وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

سُود

ایک بدترین جُرم

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس

وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

مصنف: امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

پروگریسو بکس ۴۰۔ بی اردو بازار لاہور

ناشر ــــــــــــ میاں شہباز رسول
پرنٹرز ــــــــــــ گنج شکر پرنٹرز لاہور
قیمت ــــــــــــ 24 روپے

پروگریسو بکس ۴۰ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

سود ایک ایسی معاشی لعنت ہے جس نے انسانی معیشت کی پاکیزگی چھیننے کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرت کو بھی بے پناہ جرائم سے بھر دیا ہے آج ساری دنیا پر نگاہ ڈالیں تو اس کے افراد ایسے ہی معاشی اور معاشرتی جرائم کے عادی ہو چکے ہیں اور اس سے نجات حاصل کرنا ان قوموں کے بس کا روگ نہیں رہا جو استحصالی نظام کے کل پرزے بن چکے ہیں اسلام نے ایسے معاشی اور معاشرتی جرائم کو ختم کرنے کیلئے ایک انقلابی نظام پیش کیا ہے اور وہ ہے جرائم کی بنیاد "سود" کو ختم کرنا!۔

اس انقلابی اقدام پر زرپرست لوگوں نے اس وقت بھی ناراضگی اور حیرانی کا اظہار کیا جب قرآن نے سود کو حرام قرار دیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے عظیم اجتماع میں اس سودی نظام کو اپنے مبارک پاؤں کی ٹھوکر سے کچل دیا تھا۔ آج بھی پاکستان کے وہ "کلمہ گو زرپرست" سود کی بندش کا سن کر ناراضگی کے ساتھ ساتھ واویلا بھی کر رہے ہیں جنہیں ڈیڑھ صدی سے زیادہ عرصہ سے انگریز کے استحصالی نظام نے اپنے سودی خون سے پالا ہے۔ ایسے واویلا کرنے والوں میں ملک کے جاگیردار' سرمایہ دار' صنعت کار' بنک کار' سود خوار اور دولت مند لوگ موجود ہیں۔ یہ طبقے اپنے سودی اور بیاج کے کاروبار سے غریبوں کا استحصال کرتے رہے ہیں۔ پھر ان استحصالی ایجنسیوں کے دوش بدوش وہ بے دین' ملحد اور اسلام سے نا آشنا "لیڈران قوم" بھی ہمنوا بن جاتے ہیں جو ایسے جاگیرداروں' سرمایہ داروں' کارخانہ داروں اور صنعت کاروں کو تو گالیاں دیتے ہیں مگر سود کے معاملے میں انہی سود خوروں کے وکیل بن کر اس استحصالی نظام کی حمایت کرتے ہیں۔ یہ طبقہ سیاسی اور معاشی عقل و فکر کا مالک ہونے کے باوجود چونکہ نظام اسلام سے

ناآشنا ہے ' قرآن کے نظام عدل سے ناواقف ہے ' دین کی رحمتوں سے محروم ہے ۔ لہذا یہ " میاں بدھو " کا کردار ادا کرتے ہوئے سرمایہ داروں کی " سودی آندھی " کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں ۔

ہمارے ملک میں تقریباً نصف صدی کی جدوجہد کے بعد سود کی لعنتوں سے نجات حاصل کرنے کا وقت آیا ہے اور ملک کی اعلیٰ ترین عدالتوں نے بھی فیصلہ دیا ہے کہ اس ملک میں سودی کاروبار بند کر دیا جائے ۔ اس فیصلہ کے بعد ان زرپرستوں کے شوروغل میں اضافہ ہونے لگا ہے وہ بنکوں کے گروپوں ' صنعت کاروں کے ایجنٹوں اور سرمایہ کاری کے اداروں کو متحد کر کے سود کو برقرار رکھنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں ۔

ہماری سیاسی زندگی کا یہ بھی ایک المیہ رہا ہے کہ ہر سیاسی شخصیت عوام کی بہبود اور بھلائی کے لئے آواز تو بلند کرتی ہے مگر وہ اس بھلائی کو دنیا کی جرائم پیشہ استحصالی قوتوں کے بنائے ہوئے مجرمانہ قواعد کی روشنی میں حل کرنے کے خواہاں ہیں ۔ وہ اسلام کے اس اصول رحمت سے راہنمائی حاصل کرنے سے قاصر ہیں جو غریبوں کو " زرپرستوں " کے چنگل سے نجات دلاتا ہے ۔

برصغیر پاک و ہند میں انگریز آیا تو نو آبادیاتی نظام لے کر مسلط ہوا ۔ وہ سودی نظام کی کئی صورتیں سامنے لایا ۔ بنک ' انشورنس کمپنیاں ' کوآپریٹو ادارے ' باہمی امداد کی انجمنیں ' صنعتی اور زرعی قرضوں کے مراکز پھر اسٹاک ایکسچینج اور فنانس کمپنیوں جیسے سینکڑوں قسم کے سودی نظام کے استحصالی مراکز قائم کرتا گیا (آزادی کے بعد بھی ہماری ملکی معیشت انہی مراکز کے قواعد و ضوابط کی پابند رہی ہے اور آج تک اسی نظام کا حصہ ہے) ۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے انگریز ہندو اور ان کے گماشتوں کے استحصالی نظام کو آج سے اسی (۸۰) سال پہلے چیلنج کیا تھا اور عوام کو تجارت اور معیشت میں پھیلی ہوئی ان گندگیوں سے آگاہ کیا جو سود کی مختلف صورتوں میں پھیل رہی تھیں ۔ حضرت فاضل بریلوی نے قرآن پاک کی آیات

بینات کی روشنی میں سید الانبیاء رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور روایات کے زیر ہدایت سود کی حرمت، سود کے نتائج، سود کی مختلف صورتوں اور سودی کاروبار کرنے والے افراد، اداروں اور ان کے طور طریقوں کی نشاندہی کی۔ آپ چونکہ اپنے وقت کے ایک زبردست فقیہ تھے لہٰذا آپ نے ملک کے مختلف گوشوں سے آنے والے سوالات کے جوابات (فتاویٰ) کو تفصیلی طور پر قلمبند کیا آج ہم آپ کے ان جوابات کو کتابی شکل میں جمع کر کے قارئین کے سامنے لا رہے ہیں۔ یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے مگر جامع ہے اور حرمت سود کی نشاندہی کا ایک بہترین مرقع ہے۔ ہم نے اپنے قارئین کو ان طویل اور مفصل سوالات سے جان بوجھ کر دور رکھا ہے جو ایسے مسائل کے لئے ضروری ہوتے ہیں مگر موجودہ حالات میں سود کی جن شکلوں نے ہماری معیشت کو گندہ کر رکھا ہے اس کی نشاندہی کے لئے یہ صفحات اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی زبان میں ہی مرتب کر دیئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

شریعت میں سود یا ربٰو کسے کہتے ہیں؟

اندازہ شرعی جو دربارۂ ربو معتبر ہے دو قسم ہے۔ کیل یعنی ناپ اور وزن دوسرے لفظوں میں تول؟ حلت اور حرمت کا قاعدہ کلیہ یہاں چار صورتوں میں بیان ہوتا ہے۔

صورت اول : جو دو چیزیں اندازے میں مشترک ہیں یعنی ایک ہی قسم کے اندازے سے ان کی تقدیر کی جاتی ہے مثلاً دونوں وزنی ہیں یا دونوں کیلی اور دونوں ہیں بھی ایک جنس کی مثلاً گیہوں سے گیہوں یا لوہا سے لوہا تو ایسی دو چیزوں کی آپس میں بیع (خرید و فروخت) اسی وقت سے ہی ہے جب دونوں اپنے اسی اندازہ میں جو شرعاً یا عرفاً ان کا مقرر ہے بالکل برابر ہیں اور ان میں کوئی اُدھار بھی نہ ہو اور اگر ایسی دو چیزیں ایک یا دونوں ادھار ہوں یا اپنے اس اندازۂ مقرر میں برابر نہ کی گئی ہوں اب خواہ سرے سے اندازہ ہی نہ کیا گیا یا اندازہ کیا گیا مگر کمی بیشی رہی یا برابری تو کی مگر دوسری قسم کے اندازہ سے کی مثلاً جو تول کی چیز تھی اسے ناپ کے برابر کیا یا جو ناپ کی تھی اسے تول کر یکساں کیا تو یہ بیع (خرید و فروخت) محض ناجائز اور ربو (سود) قرار پائے گی۔

صورت ثانیہ : جو دو چیزیں ہم جنس تو ہیں مگر اندازہ میں مشترک نہیں خواہ دونوں طرف اندازہ معہودہ سے خارج ہیں جیسے گلبدن گلبدن ' تنزیب تنزیب ' گھوڑا گھوڑا کیل یا وزن سے ان کی تقدیر نہیں ہوتی۔ کپڑے گزوں سے بکتے ہیں اور گھوڑے شمار سے ' یا ایک طرف فقط اندازہ ہو اور دوسری سمت خارج جیسے تلوار لوہے کے ساتھ یا بکری کا گوشت زندہ بکری کے ساتھ۔ اگرچہ یہ چیزیں ہم جنس ہیں مگر لوہے اور گوشت کی طرف اندازہ ہے کہ تل کر بکتی ہیں اور تلوار اور بکری کی طرف

نہیں کہ یہ شمار کی چیزیں ہیں اور گن کر بکتی ہیں۔ تو ان صورتوں میں تفاضل یعنی کمی بیشی تو جائز ہے مگر ایک یا دونوں کا ادھار ہونا جائز نہیں۔

صورت ثالثہ : جو دونوں چیزیں ایک قسم کے اندازہ میں تو شریک ہوں مثلاً دونوں کیلی ہیں یا دونوں وزنی مگر ہم جنس نہیں جیسے گیہوں جو کے ساتھ یا لوہا تانبے کے ساتھ تو یہاں بھی وہی حکم کا تفاضل رَوا اور نَسیہ حرام۔ سُود سونے چاندی کہ ہرچند وزن کی چیزیں ہیں مگر بیع سَلَم (شئے کی قیمت نقد ادا کرنا) کے طور پر انہیں نقد دے کر اشیاء موزونہ لوہا' تانبا' چونا' زعفران وغیرہ ادھار خریدنا بسبب حاجت کے بالاجماع جائز ہے اگرچہ ایک ہی قسم کے اندازہ میں شریک ہیں۔

صورت رابعہ : جو دو چیزیں نہ ہم جنس ہوں نہ ایک قسم کے اندازے میں شریک اب خواہ دونوں اصلاً داخل اندازہ کیل و وزن نہ ہوں جیسے گھوڑا' کپڑا یا ایک داخل ہو ایک خارج جیسے گھوڑا گیہوں یا دونوں داخل ہوں مگر ایک قسم کے اندازے سے ان کی تقدیر نہ ہوتی ہو بلکہ ایک کیلی ہو دوسری وزنی جیسے چاول' کھجوریں تو ایسی صورتوں میں تفاضل و نسیہ دونوں حلال ہیں۔

فائدہ : سونے چاندی کا ادھار ہونا یونہی دفع ہو سکتا ہے کہ ان پر قبضہ کرلیا جائے مثلاً یہ سونا بعوض اس چاندی کے بیچا اور بائع (بیچنے والے) نے چاندی اور مشتری (خریدار) نے سونے پر قبضہ نہ کیا اور جدا ہو گئے وہ بیع جائز نہیں اور ان کے سوا اور چیزوں میں فقط معلوم معین ہونا شرط ہے قبضہ ضروری نہیں۔ مثلاً یہ گیہوں بعوض اس جو کے بیچے اور دونوں بغیر قبضہ کئے جدا ہو گئے' بیع صحیح ہے اور یہ جو اور گیہوں ادھار نہ کہلائیں گے۔

فائدہ : چار چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کیلی فرمایا ہے گیہوں' جو' چھوہارے اور نمک۔ یہ چاروں ہمیشہ کیلی رہیں گی اگرچہ لوگ انہیں وزن سے بیچنے لگیں تو اب اگر گیہوں کے بدلے گیہوں برابر تول کر بیچے تو حرام ہو گا بلکہ ناپ میں برابر کرنا چاہئے اور دو چیزوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآ

وسلم نے وزنی فرمایا ہے۔ سونا اور چاندی، یہ ہمیشہ وزنی رہیں گے۔ ان چیزوں کے سوا بنائے کار عرف و عادت پر ہے جب چیز عرف میں تل کر بکتی ہے، وہ وزنی ہے اور جو گزوں یا گنتی سے بکتی ہے وہ اندازہ سے خارج۔

سود ایک بدترین جرم ہے

بے شک جو شخص سود لیتا ہے وہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بدتر ہے اس باب میں احادیث کثیرہ وارد ہیں حدیث (۱) فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ من اکل درھما من ربو فھو مثل ثلث و ثلثین زنیۃ و من نبت لحمہ من سحت فالنار اولی بہ۔ جس شخص نے ایک درہم سود کا کھایا تینتیس (۳۳) زنا کے برابر ہے اور جس کا گوشت حرام سے بڑھے تو نار جہنم اس کی زیادہ مستحق ہے۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط، و الصغیر، و صدرہ ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث (۲ و ۳): کہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لدرھم یصیبہ الرجل من الربا اعظم عند اللہ من ثلثۃ و ثلثین زنیۃ یزنیھا فی الاسلام۔ بے شک ایک درہم کہ آدمی سود سے پائے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت تر ہے تینتیس (۳۳) زنا سے کہ آدمی اسلام میں کرے۔ الطبرانی فی الکبیر، عن عبداللہ بن مسعود، و ایضا عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

سود خور چھتیس بار زنا کرنے والے سے بدتر ہے

حدیث (۴): فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم درھم ربا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد عند اللہ من ستۃ و ثلثین زنیۃ۔ سود کا ایک درہم آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس (۳۶) زنا سے سخت تر (بدتر) ہے۔ رواہ احمد بسند صحیح، و الطبرانی فی الکبیر، عن عبداللہ بن حنظلۃ غسیل الملائکۃ۔

حدیث (۵): فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان الدرھم

یصیبہ الرجل من الربا اعظم عند اللہ فی الخطیئۃ من ست و ثلثین زنیۃ یزنیہا الرجل۔ ایک درہم جو آدمی سود سے پائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد کے چھتیس (۳۶) بار زنا کرنے سے گناہ میں زیادہ ہے۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ و البیہقی عن انس رضی اللہ عنہ۔

حدیث (۶) : کہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لدرھم ربا اشد جرما عند اللہ من سبعۃ و ثلثین زنیۃ۔ بے شک سود کا ایک درہم اللہ تعالیٰ کے یہاں سینتیس (۳۷) زنا سے بڑھ کر جرم ہے۔ رواہ الحاکم فی الکنی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

سود خور اپنی ماں سے زنا کرنے والے کی طرح ہے

حدیث (۷) : فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الربا سبعون حوبا ایسرھا کالذی ینکح امہ وفی روایۃ سبعون بابا اد ناھا کالذی یقع علی امہ۔ ' سود ستر (۷۰) گناہ ہے جن میں سب سے آسان تر اس شخص کی طرح ہے جو اپنی ماں پر پڑے۔ رواہ ابن ماجۃ' و ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ' و ابن جریر و رواہ البیہقی بسند لا بأس بہ باللفظ الثانی کلھم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث (۸) : کہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان الربا ابوا ب الباب منہ عدل بسبعین حوبا اد ناھا فجرۃ کاضطجاع الرجل مع امہ' بے شک ربو (سود) کے کئی دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ ستر (۷۰) گناہ کے برابر ہے جن میں سب سے ہلکا گناہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ ہم بستر ہونا۔ رواہ ابن مندۃ و ابو نعیم عن الاسود بن وھب بن عبد مناف بن زھرۃ الزھری القرشی خال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۹) : کہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم' الربا احد و سبعون بابا اوقال ثلثۃ و سبعون حوبا اھونھا مثل اتیان الرجل امہ۔ سود کے اکہتر (۷۱) دروازے ہیں یا فرمایا تہتر (۷۳) گناہ ہیں جن میں سب سے ہلکا ایسا

ہے جیسے آدمی کا اپنی ماں سے جماع کرنا ۔ رواہ عبد الرزاق عن رجل من الانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حدیث (۱۰) : کہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الربا اثنان و سبعون بابا ادناھم مثل اتیان الرجل امہ۔ سود کے بہتر (۷۲) دروازے ہیں ان میں سب سے کم ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے صحبت کرنا ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۱۱) : کہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان ابواب الربا اثنان و سبعون حوبا ادناھا کالذی یاتی امہ فی الاسلام۔ بے شک سود کے دروازے بہتر (۷۲) گناہ ہیں سب میں کم تر ایسا ہے جیسے اسلام میں اپنی ماں سے زنا کرنا ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۱۲) : کہ فرماتے ہیں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الربا ثلث و سبعون بابا ایسرھا مثل ان ینکح الرجل امہ۔ سود کے تہتر (۷۳) دروازے ہیں سب میں ہلکا اپنی ماں سے زنا کے مثل ہے ۔ رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرطھما و البیھقی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

حدیث (۱۳) : کہ فرماتے ہیں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان الربا نیف و سبعون بابا اھونھن بابا مثل من اتی امہ فی الاسلام و درھم من ربا اشد من خمسۃ و ثلثین زنیۃ ۔ سود کے کچھ اوپر ستر دروازے ہیں ان سب میں ہلکا ایسا ہے کہ مسلمان ہو کر اپنی ماں سے زنا کرنا اور سود کا ایک درہم پینتیس (۳۵) زنا سے سخت تر ہے۔ رواہ البیھقی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔

حدیث (۱۴) : سیدنا امیر المؤمنین عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں الربا سبعون بابا اھونھا مثل نکاح الرجل امہ ۔ سود ستر (۷۰) دروازے ہیں ان میں آسان تر اپنی ماں سے زنا کے مثل ہے۔ رواہ ابن عساکر بسند صحیح۔

حدیث (۱۵) : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ الربا اثنان و سبعون حوبا اصغرها کمن اتی امه فی الاسلام و درهم من الربا اشد من بضع و ثلثین زنیة۔ سود بہتر (۷۲) گناہ ہے سب میں چھوٹا بحالت اسلام اپنی ماں سے زنا کی طرح ہے اور سود کا ایک درہم کئی اوپر تیس (۳۰) زنا سے سخت تر ہے۔ رواہ ابن ابی الدنیا ' والبغوی ' و غیر هما وصدره عند عبد الرزاق بلفظ بضعة و سبعون

حدیث (۱۶) : سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں الربا ثلث و سبعون حوبا ادناها حوبا کمن اتی امه فی الاسلام و درهم من الربا کبضع و ثلثین زنیة۔ سود میں تہتر (۷۳) گناہ ہیں سب میں کم ایسا جیسے اسلام میں اپنی ماں سے زنا کرنا اور سود کا ایک درہم چند اور تیس (۳۰) زنا کی مانند ہے۔ رواہ عبد الرزاق

حدیث (۱۷) : کعب احبار فرماتے ہیں لان ازنی ثلثا و ثلثین زنیة احب الی من ان اکل درهما ربا یعلم الله انی اکلته من ربا۔ بے شک مجھے اپنا تینتیس (۳۳) بار زنا کرنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ سود کا ایک درہم کھاؤں جسے اللہ تعالیٰ جانے کہ میں نے سود کھایا ہے رواہ الامام احمد عند بسند جید۔ والعیاذ بالله تعالیٰ۔
اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ آمین۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قرض ادا کرنے کے لئے سودی روپیہ لے کر کاروبار کرنا کیسا ہے؟

سود جس طرح لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "لعن الله اکل الربا و موکله و کاتبه وشاهده" اللہ کی لعنت سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہی کرنے والے پر رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی ' ابن ماجته و الطبرانی فی الکبیر وزادوهم یعلمون کلهم عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه و نحوه عند احمد والنسائی عن علی کرم الله تعالیٰ وجهه سند انما صحیحان وبمعناه عند مسلم فی صحیحه وزادوهم سواء۔

بوقت ضرورت ممنوع چیزیں مباح ہوجائیں گی

شریعت مطہرہ کا قاعدہ مقرر ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات ۔ (بوقت ضرورت ممنوع چیزیں بھی مباح ہوجاتی ہیں) ۔ اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ محتاج کو سودی قرض لینا جائز ہے ۔ فی الاشباہ ' والنظائر ' وفی القنیتہ ' والبغیتہ ' یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح ' اھ (ترجمہ : محتاج کے لئے منافع پر قرض لینا جائز ہے)
قال فی الغمز وذلک نحو ان یقترض عشرۃ دنانیر مثلا ویجعل لربھا شیئا معلوما فی کل یوم ربحا ' اھ ۔ (ترجمہ ۔ غمز نے اسی کی مثل کہا کہ کسی نے دس دینار قرض لئے اور اس کے مالک کو ہردن میں مقررہ چیز دینا قرار پایا نفع کے طور پر)

حقیقی محتاج کون ہیں ؟

میں کہتا ہوں محتاج کے یہ معنی جو واقعی حقیقی ضرورت قابل قبول شرع رکھتا ہو کہ نہ اس کے بغیر چارہ ہو ' نہ کسی طرح بے سودی روپیہ ملنے کا یارا ' ورنہ ہرگز سود لینا جائز نہ ہوگا ۔ جیسے لوگوں میں رائج ہے کہ اولاد کی شادی کرنی چاہی ' سو روپے پاس ہیں ' ہزار روپے لگانے کو جی چاہتا ہے ' تو سو سودی نکلوائے یا مکان رہنے کو موجود ہے ' دل پکے محل کو ہوا ' سودی قرض لے کر بنایا یا سو دو سو کی تجارت کرتے ہیں ' قوت اہل و عیال بقدر کفایت ملتا ہے ' نفس نے بڑا سوداگر بننا چاہا ' پانچ چھ سو سودی نکلوا کر لگا دیئے یا گھر میں زیور وغیرہ موجود ہے جسے بیچ کر روپیہ حاصل کرسکتے ہیں ' نہ بیچا بلکہ سودی قرض لے لیا ' وعلی ہذا القیاس ۔ صدہا صورتیں ہیں کہ یہ ضرورتیں نہیں تو ان میں حکم جواز نہیں ہوسکتا ' اگرچہ لوگ [illegible] عم میں انہیں ض[illegible] لیں ۔

سودی قرض کے جواز کی صورتیں

لہذا قوت اہل و عیال کے لئے سودی قرض لینے کی اجازت اسی وقت ہوسکتی ہے جب اس کے بغیر کوئی طریقہ بسر اوقات کا نہ ہو ' نہ کوئی پیشہ جانتا ہو ' نہ نوکری ملتی ہو جس کے ذریعے دال روٹی اور موٹا کپڑا محتاج آدمی کی بسر کے لائق مل سکے ' ورنہ

اس قدر پاسکتا ہے تو سودی روپے سے تجارت ' پھر وہی تونگری کی ہوس ہوگی ' نہ ضرورت قوت ' رہا ادائے قرض کی نیت سے سودی قرض لینا ' اگر جانتا ہے کہ اب نہ ادا ہوا تو قرض خواہ قید کرا دے گا جس کے باعث بال بچوں کو نفقہ نہ پہنچ سکے گا اور ذلت و خواری علاوہ ہوگی ' اور فی الحال اس کے سوا کوئی شکل ادا نہیں تو رخصت دی جائے گی کہ ضرورت متحقق ہولی ۔ حفظ نفس و تحصیل قوت کی ضرورت تو خود ظاہر اور ذلت و مطعونی سے بچنا بھی ایسا امر ہے جسے شرع نے بھی بہت مہم (اہم) سمجھا اور اس کے لئے بعض محظورات کو جائز فرمایا مثلاً ۔

شعراء کو انعام دینا

شریر شاعر جو امراء کے پاس قصائد مدح لکھ کر لے جاتے ہیں کہ خاطر خواہ انعام نہ پائیں تو ہجو سنائیں ' انہیں اگرچہ وہ انعام لینا حرام ہے اور جس چیز کا لینا جائز نہیں دینا بھی روا نہیں ' پھر یہ لوگ اپنی آبرو بچانے کو دیتے ہیں کہ یہ خاص رشوت دیتے ہیں اور رشوت دینا صریح حرام ہے ۔ بایں ہمہ شرع نے حفظ آبرو کے لئے انہیں دینا ' دینے والے کے حق میں روا فرمایا اگرچہ لینے والے کو بدستور حرام محض ہے ۔ **فی الدر المختار لا بأس بالرشوۃ اذاخاف علی دینہ (عبارۃ المجتبی لمن یخاف ' والنبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ (فقد روی الخطابی فی الغریب عن عکرمۃ مرسلا قال اتی شاعر النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال یا بلال اقطع لسانہ عنی فا عطاہ اربعین درھما) ومن السحت ما یاخذ ہ شاعر لشعر (لانہ انما یدفع لہ عادۃ قطعا للسانہ فلو کان ممن یؤمن شرہ فالظاھر ان ما یدفع لہ حلال بدلیل دفعہ علیہ السلام بُردتہ لکعب لما امتد حہ بقصیدتہ المشھورۃ تأمل) ۔ ملخصا مختلطا برد المختار ۔** (ترجمہ ۔ در مختار میں ہے کہ رشوت دینے میں کوئی حرج نہیں جب کہ اپنے دین کا خوف ہو ۔ (مجتبی کی عبارت میں اذا خاف کی جگہ لمن یخاف ہے) اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم شعراء کو انعام دیا کرتے تھے اور اس شاعر کو بھی عطا فرماتے جس کی زبان کے شر سے خوف ہوتا ۔ (کہ وہ زبان طعن دراز کرے گا) ۔ (خطابی نے غریب میں عکرمہ سے مرسلا

روایت کی ہے کہ ایک شاعر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ اس کی زبان مجھ سے روک دو۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے چالیس درھم دیئے)۔

شاعر کو اپنے شعر پر لینا حرام ہے۔ (کیونکہ عموماً اس کی شریر زبان سے بچا جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی اس کے شر سے امن میں ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس صورت میں جو کچھ اسے دیا جائے گا وہ حلال و مباح ہوگا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی چادر مبارک حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی تھی جو اپنے مشہور قصیدہ میں آپ کی مدح سرائی کیا کرتے تھے)۔

قرآن کی نظر میں قرض دار اور قرض خواہ

اگر اس مفلس قرض دار کو قرض خواہ کی طرف سے اس قسم کے اندیشے نہیں بلکہ صرف حساب آخرت پاک کرنا چاہتا ہے تو ایسی حالت میں سودی قرض لینے کی اجازت مقاصد شرع سے سخت بعید ہے۔ قرض دار جب مفلس ہو تو شرع قرض خواہ پر واجب کرتی ہے کہ انتظار کرے اور جب تک قرض دار کو قرض کی ادائیگی کی استطاعت نہ ہو مہلت دے۔ **قال اللہ تعالی " و ان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرہ "** (ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے " اگر قرض دار تنگ دست ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک " (سورۃ البقرۃ)

قرض جلد ادا کرنے کی کوشش کرنا

قرض دار کو شریعت حکم دیتی ہے کہ حتی الامکان قرض ادا کرنے کی کوشش کرے اور ہروقت سچے دل سے ادا کی نیت رکھے۔ مفلسی کو پروانۂ معافی نہ ٹھہرا لے کہ اب ہم سے کوئی کیا لے گا۔ جب ایسی سچی نیت رکھے گا اور اپنی چلتی فکر ادا میں جو بروجہ شرعی ہو گی ' نہ کرے گا تو اس سے زیادہ شرع اسے تکلیف نہیں دیتی۔ **قال اللہ تعالی ' لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا** (ترجمہ۔ اللہ کسی کی ہمت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ البقرۃ آیت ۲۸۶) پھر اگر اسی حال پر مرگیا اور قرض ادا نہ

ہوسکا تو امید قوی ہے کہ ارحم الراحمین جل جلالہ درگزر فرما کر قرض خواہ کے مطالبے سے نجات بخشے گا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "من اخذ اموال الناس و یرید اداء ھا ادی اللہ عنہ و من اخذھا یرید اتلافھا اتلفہ اللہ" "جو لوگوں کے مال بنیت ادا لے اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرما دے گا اور جو تلف کردینے کے ارادے سے لے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کردے گا" اخرجہ احمد و البخاری و ابن ماجۃ ' عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم "من ادان دینا ینوی قضاءہ اداہ اللہ عنہ یوم القیامۃ" "جو کوئی دین (قرض) لے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف سے ادا فرمائے گا" اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن میمون الکردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد صحیح۔

اور فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم " من حمل من امتی دینا ثم جھد فی قضائہ ثم مات قبل ان یقضیہ فانا ولیہ" "میرا جو امتی کسی دین (قرض) کا بار اٹھائے پھر اس کے ادا میں کوشش کرے پھر بے ادا کئے مرجائے تو میں اس کا ولی و کفیل کار ہوں گا" رواہ احمد باسناد جید ' و ابویعلی و الطبرانی فی الاوسط ' عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ایک حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں " من تداین بدین و فی نفسہ وفائہ ثم مات تجاوز اللہ عنہ و ارضی غریمہ بماشاء الحدیث" "جو کسی دین (قرض) کا معاملہ کرے اور دل میں اس کے ادا کا ارادہ رکھے پھر مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے اور اس کے قرض خواہ کو جیسے چاہے راضی کردے" رواہ الحاکم و بنحوہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ غرض بعد نیک نیتی کے پاکی حساب کی ذریعے یہی امید ہے ' باقی شرع مطہر سے اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ ادائے قرض کے لئے کسی ناجائز طریقے سے مال حاصل کرنے کو جائز فرمایا ہو اور بے شک سودی قرض لینا ناجائز طریقہ ہے۔

بے نمازی عورت کو طلاق دینا

بلکہ علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ عورت اگر مارے سے بھی نماز نہ پڑھے ' طلاق دے دے اگرچہ اس کا مہر دینے پر قادر نہ ہو ' اللہ تعالٰی سے اس حال پر ملنا کہ اس کا مطالبۂ مہر اس کی گردن پر ہو ' اس سے بہتر ہے کہ ایک بے نمازی عورت سے صحبت کرے ۔ **فی الغنیۃ الزوج لہ ان یضرب زوجتہ علی ترک الصلوۃ و ان لم تنتہ ترکھا بالضرب یطلقھا ولولم یکن قادرا علی مہرھا ولان یلقی اللہ تعالی و مہرھا فی ذمتہ خیرلہ من ان یطأ امرءۃ لا تصلی** ' دیکھو! عورت کا نماز نہ پڑھنا ' اس کا کوئی گناہ نہیں جب کہ وہ اس کی ہدایت و تنبیہہ کسی طرح نہیں مانتی۔ بایں ہمہ اسے گوارہ نہ کیا گیا اور قرض دار مرنے کو اس سے آسان سمجھا تو سودی قرض لینا کہ جو خود اس کا گناہ ہے کیونکر گوارہ کیا جائے گا اور قرض دار مرنا اس کی نسبت آسان نہ ہو گا۔ " **ھذا کلہ ماظھر لی و ارجو ان یکون صوابا انشاء اللہ تعالی** " رہی ضمانت وہ درحقیقت قرض ملنے پر اعانت ہے اگر اس محتاج کو سودی قرض لینا شرعاً جائز تھا تو اصل روپے کی ضمانت میں کوئی حرج نہیں کہ جائز بات میں ایک مسلمان بھائی کی مدد کرتا ہے اور ناجائز تھا تو ہرگز اصل کی بھی ضمانت نہ کرے کہ یہ معصیت پر اعانت ہو گی **قال اللہ تعالی " ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان "** گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو (المائدہ آیت ۲ کنزالایمان) **واللہ سبحنہ و تعالی اعلم**

سودی قرض لینے والا اور اس کا گواہ

بغیر سخت مجبوری کے جسے شرع بھی مجبوری کہے ' سودی قرض لینا حرام ہے اور اسی طرح اس کے کام میں کسی طرح کی شرکت ہو ' باعث گناہ ہے اور حدیث صحیح میں " **ھم سواء** " فرمایا یعنی وہ سب نفس گناہ میں برابر ہیں اور سود سے توبہ کے یہی معنی ہیں کہ جس قدر سود لیا ' واپس دے اور اللہ عزوجل سے آئندہ کے لئے سچے دل سے نادم ہو کر عہد کرے ' جو ایسا کرے گا اس کی توبہ بے شک قبول ہو گی۔ **ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ** ترجمہ: وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے (الشوریٰ آیت ۲۵ ' کنزالایمان) اور وہ سود کے گناہ سے پاک ہو جائے گا " **التائب من الذنب**

کمن لا ذنب لہ" (ترجمہ : گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں) (الحدیث) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم

سود کی چند صورتیں

سوالات :

(۱) زید نے اپنی حیات میں کچھ روپیہ سود پر قرض دیا اور قبل وصول روپیہ کے زید مرگیا' اب ورثا زید کو تاریخ وفات زید تک کا سود لینا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) زید نے روپیہ قرض سود پر دے کر دیوانی سے مع سود' ڈگری حاصل کی تھی اور حسب ضابطہ کچہری ۸ فیصدی سود تا ادائے روپیہ اور بھی ڈگری میں لکھا جاتا ہے بعد مرنے زید کے' ورثا اس کے دونوں قسم کا سود لے سکتے ہیں اور وہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۳) زید نے پرامیسری نوٹ خریدے تھے اور گورنمنٹ سے ساڑھے چار روپیہ فیصدی سالانہ سود لیا کرتا تھا' زید مرگیا' ورثا زید کو حسب ضابطہ کچہری اول سرٹیفکیٹ وراثت لینا ضروری ہے اور بغیر اس کے ورثا نہ سود نوٹوں کا پا سکتے ہیں اور نہ ان کو فروخت کر سکتے ہیں اور سرٹیفکیٹ لینے میں قریب تین ہزار روپیہ کے' کچہری میں صرف ہو گا۔ ورثا زید چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ نوٹوں تک سود لے کر سرٹیفکیٹ کے لینے میں خرچ کر دیں یعنی گورنمنٹ سے لے کر پھر اسی کو واپس کر دیں۔ پس ورثا زید تاریخ انتقال زید تک سود نوٹوں کا لے سکتے ہیں یا آئندہ کا بھی لے سکتے ہیں یا مطلق ناجائز ہے ؟

(۴) عمرو نے پرامیسری نوٹ ایک لاکھ کے خریدے اور پرامیسری نوٹوں کا قاعدہ ہے کہ گورنمنٹ اصل روپیہ کبھی نہیں دیتی بلکہ ساڑھے چار روپیہ فی صدی سالانہ سود دیا کرتی ہے۔ ہاں! اگر مالک چاہے تو دوسرے خریداروں کے ہاتھ فروخت کرے اور نرخ نوٹوں کا کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ' جیسے آج کل سو روپیہ کا پرامیسی نوٹ ایک سو آٹھ روپیہ کا فروخت ہوتا ہے پس اگر عمرو بھی اپنے ایک لاکھ روپیہ کے نوٹ

پرامیسری فی صدی آٹھ روپیہ کے نفع سے فروخت کرے یا نرخ سے دو روپیہ زیادہ نفع پر بیچ ڈالے تو یہ بات درست ہے یا نہیں ؟

(۵) کسی شخص نے دو ہزار کی ڈگری کچہری سے حاصل کی جس میں ایک ہزار اصل ہے اور ایک ہزار سود' وہ شخص کسی کے ہاتھ یا وارث کا بعوض بارہ سو کے وہ ڈگری فروخت کر ڈالے تو کیسا ہے ؟

(٦) اوپر کی صورتوں میں جو جو رقم سود کی قرار دی گئی اگر اس میں سے کل یا بعض لے کر مدرسۂ اسلامیہ میں دے دی جائے تو شرعاً اس کی حالت کیا ہے ؟ بینوا توجروا۔

اللہ و رسول سے لڑائی مول لینا

جوابات : (۱) حرام قطعی ہے۔ **قال المولی سبحانہ و تعالی " یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربا ان کنتم مؤمنین ○ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ "** " اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہا ہے چھوڑ دو اگر تم مسلمان ہو پھر جو ایسا نہ کرو تو خبردار ہو جاؤ خدا و رسول کے لڑنے سے یا اعلان کر دو اللہ و رسول سے لڑائی کا " یہ اس بقیہ کی نسبت ارشاد ہوا جو تحریم سے پہلے کا رہ گیا تھا' مسلمانوں نے خیال کیا یہ تو حرمت سے پیشتر کا ہے' اسے لے لیں' آئندہ سے باز رہیں گے' اس پر یہ حکم آیا' صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کہا ہم میں خدا و رسول سے لڑنے کی طاقت نہیں وہ بقیہ بھی چھوڑ دیا' نہ کہ معاذ اللہ یہ بقیہ شقیہ' کہ سرے سے بعد تحریم الٰہی کے لینا' دینا ٹھہرا' اس کا لینے والا اللہ عزیز' مقتدر' قہار اور اس کے رسول جلیل' جبار جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے لڑائی کا پورا سامان کرے اور قرآن پر ایمان رکھتا ہو تو یقین جانے کہ خدا و رسول عزمجدہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے لڑنے والا سخت ہلاکت میں پڑنے والا ہے۔ **و العیاذ باللہ رب العلمین** ورثا اس چیز کے مستحق ہوتے ہیں جو مورث کی ملک اور اس کا ترکہ ہو' یہ سود نا مسعود' نہ ملک' نہ ترکہ' اس کا مطالبہ کس ذریعہ سے پہنچ سکتا ہے ؟ **واللہ الہادی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحانہ و تعالی اعلم**

عدالتی فیصلے کے باوجود سود لینا حرام قطعی ہے

(۲) کسی قسم کا (سود) نہیں لے سکتے ' دونوں حرام قطعی ہیں ۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ۔ سود کے ستر (۷۰) اور ایک حدیث میں بہتر (۷۲) اور دوسری حدیث میں تہتر (۷۳) دروازے ہیں ان سب میں ہلکا ایسا ہے جیسے آدمی ماں سے زنا کرے " **الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الرّبٰا ثلث و سبعون بابا ایسرھا مثل ان ینکح الرجل امہ** " " **الطبرانی فی الاوسط عن البراء ابن عازب رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الربا اثنان و سبعون بابا ادناھن مثل اتیان الرجل امہ** " " **ابن ماجتہ والبیہقی باسناد لا بأس بہ واللفظ لہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الربا سبعون باب اد ناھا کالذی یقع علی امہ** " جو شخص سود کا ایک پیسہ لینا چاہے اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مانتا ہے تو ذرا گریبان میں منہ ڈال کر پہلے سوچ لے کہ اس پیسہ کا نہ ملنا قبول ہے یا اپنی ماں سے ستر ستر بار زنا کرنا ۔ واللہ الھادی ۔

(۳) سود لینا حرام قطعی و کبیرہ ' عظیمہ ہے ۔ جس کا لینا کسی حال ' کسی طرح روا نہیں ہو سکتا ۔ ہاں ! مال مباح شرعی یا اپنا دیا ہوا حق ' بقدر حق ' بہ نیت تحصیل مباح یا وصول حق ' نہ بہ نیت ربا وغیرہ امور محرمہ لینا جائز ہے ' اگرچہ کسی عذر کے سبب ' کسی ناجائز نام کو اس کے حصول کا ذریعہ کیا جائے " **و ھذا مسئلۃ جلیلۃ دقیقۃ لا یتنبہ الا بتوفیق اللہ تعالی و سنفصلھا یوما انشاء الملک العلام جل وعلا** "

(۴' ۵) زائد برابر کم کسی مقدار کو اصلاً بیع نہیں کر سکتا کہ ان دونوں صورتوں میں حقیقتاً غیر مدیون کے ہاتھ دین کا بیچنا ہے اور وہ شرعاً باطل ' اشباہ میں ہے " **بیع الدین لا یجوز ولو باعہ من المدیون او وھبہ جاز** " (ترجمہ : دین کی بیع جائز نہیں ہے اگر مدیون اسے بیچے یا ھبہ کر دے تو جائز ہے) **واللہ تعالی اعلم و حکمہ سبحانہ و احکم**

(۶) جوابات سابقہ سے واضح جہاں ' جس طرح لینا جائز ' دینا جائز ' جہاں نہیں '

نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سود مسلم و غیر مسلم دونوں سے لینا ناجائز

سود لینا نہ مسلمان سے جائز ہے نہ ہندو سے **لا طلاق قولہ تعالٰی "و حرم الربو"** (ترجمہ: ربا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ اس (اللہ تعالیٰ) نے سود کو حرام کیا ہے) مطلق ہے **اما مایؤخذ من الحربی فی دارالحرب فمال مباح لیس ربا** (ترجمہ: اور جو دارالحرب میں حربی سے لیا جاتا ہے وہ مال مباح ہے سود نہیں۔) واللہ تعالیٰ اعلم

سرکاری ٹیکس، محصول یا مالگزاری پر سود لینا، دینا بھی حرام ہے

سود حرام قطعی و کبیرہ عظیمہ ہے، جس کا لینا کسی حال روا نہیں ہو سکتا مگر حقیقتاً سود لینا ہو یا سود لینے کی نیت کہ ایسا قصد معصیت بھی معصیت ہے، اگرچہ فعل واقع میں معصیت نہ ہو جیسے شربت براہ غلط شراب سمجھ کر پینا کہ وہ حقیقتاً حلال سہی، پر یہ تو اپنے نزدیک مرتکب گناہ ہوا، اور جہاں نہ حقیقت، نہ نیت، صرف نام ہی نام ہے، وہ بھی **بضرورت**، تو اسے بالبداہت اس معصیت سے کچھ علاقہ نہ رہا، **کما لا یخفی** پس ریاست خواہ غیر ریاست، جس شخص پر جس کا کوئی حق عام خاص ہو اور وہ بوجہ مجبوری قانون یا کسی وجہ سے اس طور پر وصول نہ ہو سکے، مثلاً تمادی عارض ہے یا مدیون منکر اور گواہ نہیں یا گواہ دیئے، کچہری نے نہ مانی، ڈسمس کر دی یا کسی نے کچھ رقمیں خلاف شرع اس سے لیں اور یہ انہیں واپس لینے پر قادر نہیں، جیسے بنئے نے سود، قاضی نے رشوت وغیرہما اور وہ دوسرا طریقہ ناجائز شرعی کے نام سے ملتا ہو کہ اس میں ممانعت قانونی، وغیرہ موانع نہ ہوں، تو اس طریقہ ناجائزہ کے نام کو صرف اس مقدار تک جہاں تک اس کا حق ہے، ذریعہ وصول بنانا جب کہ کسی امر ممنوع کی طرف منجر نہ ہو، اور قصد و نیت میں اپنا حق لینا، نہ اس طریقہ ممنوعہ کا مرتکب ہونا شرعاً جائز ہے، کہ اس صورت میں نہ اس امر ناجائز کی حقیقت، نہ اس کی نیت، نہ قانونی ممانعت، جس سے دنیاوی تحفظ کیا جائے۔ ربا وغیرہ امور محرمہ کے معانی ربا و محرمات ہیں، نہ مجرد الفاظ بے معنی و لہٰذا علماء فرماتے ہیں

لا ربا بین المولی و عبده لان العبد وما فی یده ملک لمولاه فلا یتحقق الربا و کذا لا ربا بین شریکی المفاوضة و کذالعنان کما فی الهدایة والدر وغیر هما من الاسفارالغر

ترجمہ : (آقا اور غلام کے درمیان سود نہیں کیونکہ غلام خود اور جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اس کے یعنی آقا کی ملکیت ہے لہذا ربا نہیں پایا جائے گا اسی طرح شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان کے دو شریکوں میں ربا نہیں ہے جیسا کہ ہدایہ اور در مختار اور دوسری مشہور و مبسوط کتابوں میں ہے)

در مختار میں ہے **الاصل ان المستحق بجهة اذا وصل الی المستحق بجهة اخری اعتبروا اصلابجهة مستحقة ان وصل الیه من المستحق علیه** (ترجمہ : قاعدہ یہ ہے کہ آدمی کسی چیز کا ایک اعتبار سے مستحق ہو اور وہ اس تک دوسرے اعتبار سے پہنچ جائے ' اس شخص کی طرف سے پہنچے جس کے ذمہ تھی تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس شخص تک استحقاق کے اعتبار سے پہنچ چکی ہے)

جہاں تک علماء نے تحصیل مال مباح جس میں پہلے سے اس کا کوئی حق مستقر نہیں ' بحیلہ نام طُرق ممنوعہ ' مثل ربا و قمار و غیرہما جائز رکھی بشرطیکہ وہ طریقہ صاحب مال کی رضامندی سے برتا گیا ' یعنی لوٹ غدر سے پاک و جدا ہو۔

کما نصوا علیه فی ربا المستامن و مقامرة الاسیر فی رد المحتار عن السیر الکبیر و شرحه اذا دخل المسلم دارالحرب بامان فلا باس بان یاخذ منهم اموالهم بطیب انفسهم بای وجه کان لانه انما اخذ المباح علی وجه عری عن الغدر فیکون طیبا له والاسیر والمستامن سواء حتی لوباعهم درهما بدرهمین اومیتة بدراهم اواخذ مالامنهم بطریق القمار فذلک کله طیب له اه ملخصا

(ترجمہ) جس طرح انہوں نے اس پر نص قائم کی ہے مستامن کی ربا اور قیدی کے جوے پر ردمحتار میں سیر کبیر اور اس کی شرح سے ہے جب کوئی مسلمان دار حرب میں داخل ہو امان لے کر تو ان کے اموال کو خوش دلی سے لینے میں کوئی حرج نہیں جس طرح بھی حاصل ہوں کیونکہ اس نے مال مباح کو بغیر کسی عار کے لیا ہے غدر کی بناء پر

تو وہ مال اس کے لئے پاک ہو گا اور قیدی اور مستامن برابر ہیں حتی کہ کسی نے ان سے ایک درہم کے بدلے دو کی یا مردار کی دراہم کے بدلے بیع کی یا ان کا مال جوے سے لیا تو یہ سب صورتیں ان کے لئے پاک ہوں)

اور حضرت امیرالمؤمنین ' امام المتقین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کفار مکہ سے بنام شرط باجازت حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مال حاصل فرمانا ' حالانکہ شرط شرعاً روا نہیں ' دلیل واضح ہے کہ نام ناجائز امر کا ' جائز کو ناجائز نہیں کر دیتا **ما افادہ فی الفتح وغیرہ نقلا عن المبسوط مستند لا لمد ھبنا فی ھذا الباب** ' تو احیائے حق ثابت ' مجرد کسی اسم بے مسمی کے باعث کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے **ھذا ما یعرفہ کل فقیہ والمسئلۃ مسئلۃ الظفر المنصوص علیھا فی الوھبانیۃ والقنیۃ والدر وغیرھا ۔**

سود کی حقیقت

زیادت ایضاح مقام یہ ہے کہ اصل حکم حقائق پر ہے نہ الفاظ پر ' مثلاً اگر کوئی شخص زید سے اپنا آتا ہوا لے اور اس کا نام ربا رکھے تو وہ ربا یا حرام نہ ہو جائے گا ' یا دو قسم کے قرض ہوں ایک کی قسطوں کے ساتھ دوسرے کا بھی حصہ برضائے مدیون ' خواہ بحالت انکار بلارضا لے لیا کرے تو وہ بھی ہرگز ربا نہیں ہو سکتا ' اگرچہ بلفظ ربا تعبیر کرے کہ حقیقت ربا یعنی **فضل خالی عن العوض مستحق بالعقد** (ترجمہ : مال کی زیادتی عوض سے خالی ہو اور عقد میں اس کا استحقاق ہو) اس پر صادق نہیں آتا ' ہاں ! اگر یہ اپنی جہالت سے اسے ربا سمجھے اور یہی جان کر اس کے لینے کا مرتکب ہو اور اگرچہ سود لینے کا اس پر گناہ نہیں کہ جو اس نے لیا وہ سود عنداللہ نہیں ' مگر بقصد مخالفت شرع کسی فعل کا کرنا ضرور اس کے حق میں معصیت جداگانہ ہو گا کہ یہ تو اپنے زعم میں حکم الٰہی کا خلاف بھی کر رہا ہے ۔

نگاہ بد سے دیکھنا گناہ ہے

والہذا علماء فرماتے ہیں کہ اگر دور سے کسی کپڑے کو زن اجنبیہ سمجھ کر بہ نگاہ بد

اس کی طرف نظر کرے گا ' گناہ گار ہوگا اگرچہ واقع میں وہ خالی کپڑا ہے ' یہ تو اپنے نزدیک نافرمانی خدا پر اقدام کر رہا ہے ۔ **میزان الشریعۃ الکبری کتاب البیوع باب مایجوز بیعہ ومالا یجوز** میں ہے " **لو نظر انسان الی ثوب موضوع فی طاق علی ظن انہ امراۃ اجنبیۃ فانہ یحرم علیہ** " اور جب یہ دونوں نہ ہوں تو رہا نرا نام ' تو وہ بھی جب بے ضرورت و حاجت محض بطور لہو ' لعب و ہزل ہو ' مکروہ ہونا چاہئے جیسے اپنی عورت کو ماں یا بہن کہنا کہ اس کا نام رکھنے سے ' نہ وہ حقیقتاً اس کی ماں بہن ہو جائے گی **ان امھاتھم الا اللائی ولدنھم** (ترجمہ : ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں المجادلہ آیت ۲ ' کنزالایمان) نہ اس کی مقاربت میں اس پر اصلاً کوئی مواخذہ کہ اس کہنے سے وہ اس پر حرام نہ ہو گی ۔ **ابوداود فی سننہ عن ابی تمیمۃ الھجیمی ان رجلا قال لامراتہ یا اخیۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اخت ھی فکرہ ذلک و نھی عنہ قال فی الفتح الحدیث افاد کونہ لیس ظھارا حیث لم یبین لہ حکما سوی الکراھۃ والنھی** ۔

(ترجمہ : ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابو تمیمہ ہجیمی سے روایت کی ہے کہ بے شک ایک آدمی نے اپنی عورت سے کہا اے چھوٹی بہن تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ تمہاری بہن ہے ؟ آپ نے اسے ناپسند فرمایا اور اس سے منع کیا ۔ فتح میں فرمایا حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ ظہار نہ ہو اس حیثیت سے کہ آپ نے اس میں حکم واضح نہ کیا سوا کراہت اور نہی کے)

ہاں ! صرف اتنی قباحت ہو گی کہ اس نے بے کسی ضرورت و مصلحت کے ایک جائز و حلال شئے کو حرام نام سے تعبیر کیا **کما قال اللہ تعالی** " **وانھم لیقولون منکرا من القول و زورا** " (ترجمہ : اللہ تعالی کا فرمان ہے " اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں المجادلہ ۵۸ آیت ۲ ' کنزالایمان) پھر اگر مصلحت ہو تو یہ قباحت بھی نہ رہے گی " **کقول سیدنا ابراھیم علی نبینا الکریم علیہ و علی سائر الانبیاء افضل الصلوۃ والتسلیم لسیدتنا سارۃ رضی اللہ تعالی عنھا انھا اختی** "

(ترجمہ : حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت سارہ رضی اللہ تعالی عنہا کو اپنی بہن کہنا)

پھر علماء نے یہاں مصلحت ' اخذ مباح تک معتبر رکھی ' نہ کہ مصلحت احیاء حق و اعادہ مظالم کہ بالبداہت اس سے ازید و اتم ہے اور بالفرض کوئی مصلحت نہ بھی ہو ' تاہم اس مال کے حل و طیب میں اصلاً شک نہیں " کما علمت وقد انتظمه اطلاق قولهم لاربا بين المولی وعبده ولا بين شريكي المفاوضة والعنان كما لا يخفى " (ترجمہ : جیسے کہ آپ جانتے ہیں ان کے قول کا مطلق ہونا شامل ہے کہ ربا نہیں آقا اور غلام کے مابین اور شریک مفاوضہ اور شریک عنان کے مابین جیسا کہ مخفی نہیں ہے) اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں ماخوذ منہ کا کافر حربی خواہ محل اخذ کا دارالحرب ہونا ضرور نہیں کما تشهد به مسائل المولی والشر كله ۔

صرف انتفائے حقیقت و قصد ربا درکار ہے کہ اس کے بعد نہ عنداللہ ارتکاب حرام نہ اپنے زعم میں مخالفت شرع پر اقدام ' علماء نے مسئلہ حربی میں قید دارالحرب فرمائی اس کا منشاء اخراج مستامن ہے کہ اس کا مال مباح نہ رہا ۔ ردالمحتار میں ہے "قوله ثمه ای فی دارالحرب قيد به لانه لو دخل دارنا بامان فباع منه مسلم درهما بدرهمين لا يجوز اتفاقا عن المسكين " (ترجمہ : یعنی مستامن یا سیر کرنے والے کو دارالحرب میں قید کر لیا جائے کیونکہ اگر وہ ہمارے شہر میں امن و امان کے ساتھ داخل ہو اور مسلمان اس سے ایک درہم کے بدلے دو کی بیع کرے تو جائز نہیں مسکین پر اتفاق کرتے ہوئے)

ہدایہ میں ہے " لا ربا بين المسلم و الحربي في دارالحرب بخلاف المستامن منهم لان ماله صار محظورا بعقد الامان اه ملخصا " (ترجمہ : مسلمان اور حربی کے درمیان دارالحرب میں ربا نہیں ہے بخلاف مستامن کے ' کیونکہ اس کا مال عقد امان کے ساتھ محفوظ ہو گیا) فتح القدیر میں مبسوط سے ہے " اطلاق النصوص في المال المحظور و انما يحرم على المسلم اذا كان بطريق الغدر فاذا لم يأخذ غدرا فبأی طريق اخذه حل بعد كونه برضا بخلاف المستامن منهم عندنا لان ماله صار محظورا بالامان فاذا اخذه بغير الطريق المشروعة يكون غدرا " (ترجمہ : نصوص کا اطلاق مال محظور (ممنوع) میں سوائے اس کے نہیں مسلمان پر حرام ہو جاتا ہے جب کہ وہ خیانت کی بناء پر ہو ' تو جب خیانت کی بناء پر نہ ہو تو جس طریقے سے ملے برضا اس کا

لینا حلال ہے بخلاف مستامن کے ہمارے نزدیک ۔ کیونکہ اس کا مال امان دینے کی بناء پر ممنوع ہے ہم پر ' جب وہ ناجائز طریقہ سے حاصل کرے تو یہ خیانت ہو گی (اس صورت میں لے سکتے ہیں)

حقیقت ربا اموال محظورہ میں

بالجملہ ! حقیقت ربا اموال محظورہ میں متحقق ہوتی ہے کما سمعت انفا اور مال اصحاب دیون و مظالم بقدر دیون و مظالم محظور نہیں ' اگر جنس حق سے ہو جیسا کہ اکثر صور مستفسرہ میں ہے تو بالاجماع ' ورنہ علی المفتی بہ لفسادالزمان درمختار میں ہے " لیس لذی الحق ان یأخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وھوالاوسع" (ترجمہ : حق والے سے اس کا حق کسی دوسری جنس سے لینا جائز نہیں ' امام شافعی نے دوسری جنس سے لینا جائز قرار دیا ہے اور اس میں زیادہ وسعت ہے)

ردالمحتار میں ہے قولہ وجوزہ الشافعی قد منا فی کتاب الحجر ان عدم الجواز کان فی زمانھم اما الیوم فالفتوی علی الجواز ' اھ وفیہ من کتاب الحجر عن العلامت الحموی عن العلامت المقدسی عن جد ابیہ الجمال الاشقر عن الامام الاخصب انہ قال فی شرح القدوری ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس فی زمانھم لمطاوعتھم فی الحقوق والفتوی الیوم علی جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان لا سیما فی دیارنا لمداومتھم العقوق اھ (ترجمہ : امام شافعی نے اسے جائز قرار دیا ہے ہم نے پہلے کتاب الحجر میں بیان کیا ہے ان (فقہاء) کے زمانے میں جائز نہیں تھا آج کل فتوٰی اس کے جواز پر ہے اسی "کتاب الحجر" میں علامہ حموی ' علامہ مقدسی اپنے باپ کے دادا جمال اشقر سے وہ امام اخصب سے بیان کرتے ہیں کہ " قدوری " کی شرح میں کہا ' بے شک خلاف جنس لینا جائز نہیں ان کے زمانہ میں ' حقوق میں مطاوعت کی بنا پر آج کل فتوٰی اس کے لینے کے جواز پر ہے بوقت قدرت ' وہ کسی مال سے ہو خصوصاً ہمارے شہروں میں عقوق کی مداومت کے پیش نظر)

تنویرالابصار میں ہے " من لہ حظ فی بیت المال ظفر بما وجد لبیت المال فلہ اخذہ دیانۃ " (ترجمہ : جس کا بیت المال میں سے کچھ حصہ بنتا ہو ' اور بیت المال

میں جو کچھ موجود ہو اسے بطور دیانت لینا مباح ہے۔) درمختار میں ہے "**وللمودع صرف ودیعت مات ربھا ولا وارث لنفسہ اوغیرہ من المصارف**" (ترجمہ: مودع (محافظ ' امین) ودیعت (جو چیز بطور امانت رکھی گئی ہے) کو خرچ کر سکتا ہے جب کہ اس کا مالک فوت ہو جائے اور لنفسہ او لغیرہ وارثوں میں سے کوئی اس کا وارث نہ ہو) ردالمحتار میں ہے عن **شرح الوھبانیۃ عن البزازیۃ عن الامام الحلوانی لانہ لواعطاھا لبیت المال ضاع لانھم لایصرفون مصارفہ فاذا کان من اھلہ صرفہ الی نفسہ وان لم یکن من المصارف صرفہ الی المصرف** اھ (ترجمہ: شرح وھبانیہ ' بزازیہ اور امام حلوانی سے ہے کہ اگر وہ شخص (مال ودیعت کو بیت المال میں) دیتا ہے تو اس نے مال کو ضائع کر دیا کیونکہ بیت المال والے اسے صحیح مصارف میں خرچ نہیں کرینگے اگر وہ خود فقیر ' مسکین ہے تو اپنی ذات پر خرچ کرے ورنہ مصارف (شرعیہ) میں سے کسی ایک مصرف میں خرچ کر دے)

غیر مقلدوں کا افتراء

ان تقریروں سے خوب روشن ہو گیا ' حاش للہ! ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنھم نے ہرگز کسی صورت ربا کو حلال نہیں ٹھہرایا ' یہ غیر مقلدوں کا افتراء ہے بلکہ ان مواقع میں کہ حکم جواز ہے وجہ یہ ہے کہ وہ ربا ہی نہیں ' اپنا حق یا کوئی مال مباح ایک ذریعہ جائزہ سے حاصل کرنا ہے اگرچہ بضرورت و مصلحت ' اس شخص نے اسے کسی لفظ سے تعبیر کیا ہو۔ لہذا علماء ان مسائل میں **لا ربا** فرماتے ہیں ' نہ **یحل الربا ' والعیاذ باللہ تعالٰی**۔

تنبیہ: اگرچہ ہمارے کلام سابق سے متبین ہوا کہ مسلم و حربی میں " دارالحرب " میں نفی ربا بربنائے انتفائے عصمت و وجود اباحت ہے ' نہ بربنائے انتفائے شرف دار ' مگر ہم تتمیم فائدہ کو اس مطلب کی توضیح کرتے ہیں **فاقول وباللہ التوفیق** اگر اس سے یہ مقصود کہ تحریم محرمات بوجہ شرف دار تھی " دارالحرب " میں کہ یہ شرف مفقود تو حرمت مفقود۔ ولہذا وہاں غصب و ربا حلال و موجب ملک ہے لقد اتہ باطل ' احکام الٰہیہ **دار دون دار** پر موقوف نہیں ' نہ اختلاف زمین کسی حرام

شئے کو حلال کر سکتا ہے فان العباد للہ والبلاد للہ والحکم للہ والملک للہ (ترجمہ : بے شک بندے اللہ کے ، شہر اللہ کے ، حکم اللہ کا اور ملکیت بھی اللہ کی ہے ۔)
تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا ۔ (ترجمہ : بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جہان کو ڈر سنانے والا ہو ۔ (الفرقان ، کنزالایمان) وقال اللہ تعالی " وحیثما کنتم فولّوا وجوھکم شطر المسجد الحرام " (ترجمہ : اور اے مسلمانو ! تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا منہ اس کی طرف کرو ۔ (البقرہ ، کنزالایمان) وقال اللہ تعالی فاقتلوا ھم حیث ثقفتمو ھم ۔ (ترجمہ : اور کافروں کو جہاں پاؤ مارو ۔ (البقرہ ، کنزالایمان) وقال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوۃ فلیصل (ترجمہ : حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے میرے لئے تمام روئے زمین جائے سجدہ اور پاک بنائی گئی ہے میرا جو امتی بھی جہاں نماز کے وقت کو پائے تو چاہئے کہ نماز پڑھ لے)

یہاں تک کہ مذہب معتمد میں کفار خود بھی مخاطب بالفروع ہیں حتی العبادات اداء واعتقادا فیعذبون علی ترک الاداء ایضا لقولہ تعالی قالوا لم نک من المصلین الی قولہ تعالی و کنا نکذب بیوم الدین ○ (ترجمہ : یہاں تک عبادات ادائی اور اعتقادی ہیں ترک ادا پر بھی عذاب دیئے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے (قیامت کے دن بے نمازی) کہیں گے ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے اور نمازوں پر اعتقاد نہ رکھنے کی بناء پر بھی عذاب دیا جائے گا) جیسا کہ اسی آیت کے تحت کل قیامت کے دن (کفار و مشرکین) کہیں گے کہ ہم نمازوں پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے اور قرآن کی اس آیت و کنا نکذب بیوم الدین (ہم قیامت کے دن کو جھلاتے تھے)

آخر " دارالحرب " میں غدر بالاجماع حرام یونہی زنا لعدم جریان الاباحت فی الابضاع (ترجمہ : شرمگاہ میں اباحت جاری نہ ہونے کی بناء پر) فتح میں مبسوط سے ہے عبارت مذکورہ منقول و بخلاف الزنا ان قیس علی الربا لان البضع لایستباح بالا باحت بل بالطریق الخاص اما المال فیباح بطیب النفس بہ واباحتہ (ترجمہ : بخلاف

ربا کے اگر ربا کو زنا پر قیاس کیا جائے کیونکہ شرم گاہ تو خاص طریقے کے علاوہ مباح و جائز نہیں ہوتی۔ برخلاف مال کے وہ خوش دلی سے بھی مباح ہو جاتا ہے۔) ولہٰذا مستامن سے عقد ربا قطعاً حرام اگرچہ شرف دار منتفی ہے لوجود العصمۃ اور مسلم غیر مہاجر سے حلال " لانعدام العصمۃ " درمختار میں ہے و حکم من اسلم فی دارالحرب ولم یھاجر کحربی فللمسلم الربا معہ خلافالھما لان مالہ غیر معصوم فلو ھاجر الینا ثم عاد الیھم فلا ربا اتفاقا (ترجمہ : اور اس شخص کا حکم جو دارالحرب میں اسلام قبول کر لے اور ہجرت بھی نہ کرے وہ حربی کی طرح ہے پس مسلمان کے لئے اس کے ساتھ ربا والا معاملہ کرنا جائز ہے) صاحبین اس کے خلاف ہیں کیونکہ اس کا مال محفوظ نہیں ہے اگر وہ ہماری طرف ہجرت کر کے آجاتا پھر " دارالحرب " کی طرف لوٹ جاتا تو بالاتفاق ربا والا معاملہ اس کے ساتھ جائز نہیں)

جوہرہ تو ہر زمین و بقعہ بالیقین محل جریان احکام الٰہیہ جل و علا ہے۔ ہاں ! احکام قضا " دارالحرب " بلکہ " دارالبغی " میں بھی بسبب انقطاع ولایت نافذ نہیں ' ان کے عدم سے حلت و حرمت فی نفسہا مختلف نہیں ہو سکتی۔ ولہٰذا علماء نے جہاں تک حکم قضا کی نفی فرمائی اس کے ساتھ ہی حکم دیانت کا اثبات فرمایا فی الدر اذا ادان حربی وبعکسہ اوغصب احدھما صاحبہ وخرجا الینا لم نقض لاحد بشئی ویفتی المسلم برد المغضوب دیانۃ لاقضاء لانہ غدر وکذا الحکم فی حربین فعلا ذلک ثم استامنا لما بینا ' اھ ملخصا۔

" تبیین الحقائق " میں ہے لان القضاء یستدعی الولایۃ ویعتمدھا ولا ولایۃ الادانۃ اصلا اذلا قدرۃ للقاضی فیہ علی من ھو فی دارالحرب الخ پس ثابت ہوا کہ کوئی حرام بوجہ انتفائے شرف دار حلال نہیں ہو سکتا تو " دارالحرب " میں کسی شئے کی حلت فی نفسہ اس کی حلت ہے ' کہ باختلاف دار مختلف نہ ہو گی۔ رہا وہاں امور مذکورہ کا حلال ہونا وہ ہرگز اس بناء پر نہیں کہ یہ محرمات وہاں حلال ہیں بلکہ وجہ یہ کہ ان محرمات کی حقیقت ' عصمت و محظوریت پر مبنی کما نص علیہ فی المبسوط کما تقدم او وہ وہاں معدوم تو حقیقتہ ان کی حقیقت ہی ان صورتوں میں منتفی ہے اگرچہ مجرد صورت و اسم باقی ہو اور حکم حقیقت پر ہے ' نہ اسم و صورت پر کما لا

بخفی اور اگر یہ مقصود کہ امور مذکورہ اگرچہ حقیقتہ محرمات نہیں مگر دارالاسلام میں بوجہ شرف دار ان کا صرف نام و صورت ہی حرام؛ تاہم بالیقین باطل کہ بداہتہ مدار احکام حقائق ہیں ' نہ اسم بے مسمی ورنہ معاملہ مولی و عبد و شرکاء مفاوضہ و شرکاء عنان کہ اسم مجرد وہاں بھی موجود ہرگز جائز نہ ہوتا ' نہ مسئلہ ظفر بالحق میں اخذ بالجبرو اخذ خفیتہ کی اجازت ہوتی کہ صورت غصب و سرقہ یقینا ہے 'گو حقیقت بوجہ عدم محظوریت منتفی ' صورت سرقہ کا جواز تو عبارات سابقہ میں گزرا اور صورت غصب کی حلت یہ ہے **قال فی الدر وحیلتہ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکاتہ ثم یاخذ ھا عن دینہ ولوا امتنع المدیون مد یدہ واخذ ھا لکونہ ظفر بجنس حقہ** (ترجمہ : در میں کہا ہے حیلہ جواز یہ ہے کہ وہ آدمی زکوٰۃ اپنے مدیون (مقروض) فقیر کو دے پھر اس سے اپنا قرض مانگے اگر وہ مقروض قرض ادا نہ کرے یعنی قرض روک لے تو مالک ہاتھ بڑھا کہ اپنا قرض وصول کر لے اور وہ اپنے جنس حق کو لینے میں کامیاب ہو گیا)

یہ دونوں مقدمے کہ " دارالحرب " حرام کو حلال نہیں کرتی اور " دارالاسلام" کسی اسم بے مسی کو حرام نہیں فرماتے تشریحات بے شمار سے واضح و آشکار **ما نحن فیہ** میں تفرقہ **بین دار و دار** کی طرف کوئی سبیل نہیں ۔ یونہی صورت غصب و سرقہ و نام عقد فاسد سے فرق ناممکن کہ اگر مجرد اسم و صورت محرم ہو تو غصب و سرقہ کیوں محرم نہ ہوئے ؟ اور نہ ہو تو نام عقد فاسد کیوں حرام کرنے لگا ؟ بلکہ غصب و سرقہ تو عقود فاسدہ سے اشد و اخبث ہیں کہ یہ بعد قبض مفید ملک ہو جاتے ہیں اگرچہ بروجہ خبیث اور وہ اصلاً مورث کی ملک نہیں ۔ **ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحانہ وتعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم**

کیا سود طے کئے بغیر سود لینا یا دینا حرام ہے ؟

جب کہ زیادہ دینا نہ لفظا موعود ' نہ عادتا معہود تو معنی ربا یقینا مفقود ' خصوصا جب کہ خود لفظوں میں نفی ربا کا ذکر موجود ' بلکہ یہ صرف ایک نوع احسان و کرم و مروت ہے ۔ اور وہ بے شک مستحب و ثابت بہ سنت " **لحدیث صحیح البخاری و**

صحیح مسلم عن جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ تعالی عنہما قال اتیت النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و کان لی علیہ دین فقضانی و زاد نی ولحد یثھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال کان لرجل علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سن من الابل فجاء یتقاضاہ فقال اعطوہ فطلبوا سنہ فلم یجدوا الا سنا فوقھا فقال اعطوہ فقال اوفیتنی او فاک اللہ فقال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان خیرکم احسنکم قضاء ولحد یث قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لوذ ان زن وارجح رواہ احمد والاربعۃ وابن حبان والحاکم عن سوید بن قیس العبدی رضی اللہ تعالی عنہ قال الترمذی حسن صحیح وقال الحاکم صحیح وھذا الوزان فی مکۃ ورواہ الطبرانی فی الاوسط وابویعلی فی المسند وابن عساکر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ و ھذا الوزان فی المدینۃ ○

(ترجمہ : حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا میں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور آپ پر میرا کچھ قرض تھا تو آپ نے قرض کی رقم بھی دی اور کچھ اس پر زیادہ بھی عنایت فرمایا) اور صحیحین کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی کا حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اونٹوں کا سنہ تھا تو اس نے آکر تقاضا کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ اسے دے دو) اس آدمی نے کہا ' آپ نے میرے ساتھ وفا کی ہے اللہ تعالی آپ کے ساتھ وفا کرے ' تو نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں بہتر وہ ہے جو وعدہ پورا کرنے میں اچھا ہے ۔ ایک حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر وہ تولے تو بھی تول اور زیادہ دے ۔

مگر محل اس کا وہاں ہے کہ یا تو وہ زیادت قابل تقسیم نہ ہو مثلاً ساڑھے نو روپے آتے تھے ' دس پورے دیئے کہ اب بقدر نصف روپے کی زیادتی ہے اور ایک روپیہ دو پارہ کرنے کے لائق نہیں یا قابل تقسیم ہو تو جدا کرکے دے ' مثلاً دس آتے تھے وہ دے کر ایک روپیہ احسانا الگ دیا ۔ ان صورتوں میں وہ زیادتی بکر کے لئے حلال ہو جائے گی اور اگر قابل تقسیم تھی اور یوں ہی مخلوط و مشاع دی ' مثلاً دس آتے تھے

گیارہ یک مشت دیئے ' دس آتے تھے اور ایک احسانا ' تو نہ ہبہ صحیح ہو گا ' نہ بکر اس زیارت کا مالک۔ عالمگیری میں ہے **رجل دفع الی رجل تسعۃ دراھم وقال ثلثۃ قضاء من حقک وثلثۃ ھبۃ لک وثلثۃ صدقۃ فضاع الکل یضمن ثلثۃ الھبۃ لانھا ھبۃ فاسدۃ ولا یضمن ثلثۃ الصدقۃ لان صدقۃ المشاع جائزۃ الاٰفی روایۃ کذافی محیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔**

(ترجمہ) ایک آدمی نے دوسرے کو نو درہم دیئے اور کہا کہ تین درہم تیرا حق ہے اور تین درہم تجھے ہبہ کیے اور تین درہم تجھے صدقہ دیئے تو اس کے سارے درہم ضائع ہو گئے وہ صرف ہبہ کے تین درہموں کی ضمانت دے گا کیونکہ یہاں ہبہ فاسدہ ہے اور صدقہ کے تین درہموں کی ضمانت نہیں دے گا کیونکہ مخلوط صدقہ جائز ہے مگر امام سرخسی کی محیط میں اسی طرح روایت ہے۔

کیا غیر مسلم سے سود لینا ' دینا جائز ہے ؟

غیر مسلم سے سود لینا ہرگز درست نہیں مگر جب کچھ خاص ضرورت شدیدہ ہو جسے شرع بھی ضرورت مانے اور بغیر سود دیئے چارہ نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال : ایک موضع کے اسامیان کو کچھ غلہ بغرض تخم ریزی کے دیا گیا اور اس غلہ کا بہ نرخ بازار روپیہ آسامی کے ذمہ قائم کر دیا گیا مگر اس وقت میں آسامی سے یہ امر طے نہ کیا گیا کہ کس نرخ سے بحساب فی روپیہ غلہ جو آئندہ پیدا ہو گا وہ اس آسامی سے لیا جائے گا فصل پر وہ غلہ یعنی ساٹھی سترہ سیر کی فروخت ہوئی اور اب تیرہ سیر کی فروخت ہوتی ہے اور اسامی سے فصل پر بحساب ۲۵ سیر فی روپیہ ساٹھی لی گئی آیا یہ کارروائی جائز ہوئی یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو کیا طریقہ برتا جائے اور کس نرخ سے غلہ لیا جائے کہ وہ جائز ہو ؟

جواب : اگر اس وقت کوئی ناجائز عقد نہ ہوا تھا ' نہ بعد کو کسی جبر و تعدی سے آسامی نے دیا بلکہ بخوشی سترہ سیر کے حساب سے غلہ ان روپوں کا دے دیا تو لینا جائز ہے ' ورنہ حرام۔ **واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم**

کفار کے خزانہ میں جمع شدہ روپیہ سے سود لینا

سود لینا قطعاً حرام ہے ' اللہ عزوجل نے مطلقاً فرمایا **واحل اللہ البیع وحرم الربا** اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود اس میں رب العزت جل جلالہ نے کوئی تخصیص نہ فرمائی کہ فلاں سے سود لینا حرام اور فلاں سے حلال ہے ' بلکہ مطلقاً حرام فرمایا اور مطلقاً ہی حرام ہے ' کافر سے ہو خواہ مسلم سے ' ہاں! اپنا کسی پر آتا ہوا یا اور کوئی مال جائز شرعی کسی حیلہ شرعیہ سے حاصل کرنا دوسری بات ہے **والتفصیل فی فتاوانا ' واللہ سبحانہ و تعالی اعلم**

گندم کے بدلے گندم پر کمی بیشی بھی سود ہے

قرض تو ایک دوسرا عقد ہے بیع کے سوا جسے شرع مطہر نے حاجات ناس کے لئے جائز فرمایا ' غلہ کیا! بڑا قرض تو روپے کا ہوتا ہے روپیہ خود اموال ربویہ سے ہے کہ روپے کے عوض روپیہ یا چاندی ہو تو قدر و جنس دونوں موجود اور فضل و نسیہ دونوں حرام مگر روپیہ قرض لینا جائز ہے اور خود غلہ قرض لینا صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ثابت ہے اور رب العزت جل و علا فرماتا ہے **یا یھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ الایہ** ترجمہ: اے ایمان والو جب تم ایک مقررہ مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو (البقرہ آیت ۲۸۲ ' کنزالایمان) اور اموال ربویہ میں شرع مطہر نے وصف کا اعتبار ساقط فرمایا ہے ' ولہذا انکا جید و ردی یکساں ہے اور اختلاف اوصاف ' اختلاف اغراض و حاجات ناس کا باعث ہو سکتا ہے۔

مثلاً ایک قسم کی چیز زید کو مطلوب ہے اس کے پاس اس قسم کی نہیں ' دوسرے قسم کی ہے اور اس قسم کے شئے عمرو کے پاس ہے ' اسے اس قسم کی مطلوب ہے جو زید کے پاس ہے ' تو باہم دست بدست یکساں برابر مبادلہ کر کے ہر ایک اپنے مطلوب کو پہنچ سکتا ہے۔ معہذا یہ صورت بھی ہے کہ مثلاً زید کے منہ سے قسم نکل گئی کہ یہ گیہوں جو اپنے پاس ہیں ' نہ کھائے گا۔ اب اگر وہ ان گیہوں کو عمرو کے گندم سے دست بدست برابر بدل لے تو قسم بھی پوری ہو گی اور کوئی حرج بھی لازم

نہ آئے گا۔ علاوہ بریں شرع نے دست بدست برابر بیع کرنا واجب تو نہ کیا' یہ فرمایا ہے کہ اگر ان چیزوں کی باہم بیع کرنی ہو تو یوں کرو' جسے نہ کرنی ہو' نہ کرے' کوئی شرعی ایجاب تو نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

ہندوؤں یا کافروں سے بیاج لینا حرام ہے

سود مطلقاً حرام ہے **قال اللہ تعالٰی و حرم الربا** (ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سود حرام کیا ہے)۔ ہاں جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہو' نہ مستامن بغیر اپنی طرف سے کسی عذر اور بد عہدی کے ملے اگرچہ عقود فاسدہ کے نام سے' اسی نیت سے نہ نیت ربا وغیرہ لینا جائز ہے۔ اگرچہ وہ دینے والا کچھ کہے یا سمجھے کہ اس کے لئے اس کی نیت معتبر ہے' نہ دوسرے کی **لکل امری ما نوی** (آدمی کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی) پھر بھی جس طرح برے کام سے بچنا ضرور ہے' برے نام سے بچنا بھی مناسب ہے **ایاک و بالسوء الظن** (ترجمہ: بدگمانی سے بچو) ان تمام احکام میں مشرک و مجوسی و کتابی سب برابر ہیں جب کہ نہ ذمی و مستامن ہوں' نہ عذر کیا جائے بلکہ یہی شرط کافی ہے کہ ان دونوں کو بھی حاوی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باہمی رضامندی سے سود لینا بھی حرام ہے

اگر باہمی رضامندی سے سود جائز ہو سکے گا تو زنا بھی جائز ہو سکے گا اور سور بھی جائز ہو سکے گا جب کہ سور کا مالک اس کے کھانے پر راضی ہو۔ اللہ و رسول کے غضب میں کسی کی رضامندی کو کیا دخل۔ صحیح حدیث میں فرمایا کہ سود کھانا تہتر (۷۳) بار اپنی ماں سے زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے کیا باہمی رضامندی سے تہتر (۷۳) بار زنا جائز ہو سکتا ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سود کی تعریف

وہ زیادت کہ عوض سے خالی ہو اور معاہدہ میں اس کا استحقاق قرار پایا ہو سود ہے۔ مثلاً سو روپے قرض دیئے اور یہ ٹھہرا لیا کہ پیسہ اوپر سو لے گا تو یہ پیسہ عوض شرعی سے خالی ہے' لہٰذا سود حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ زیادہ میں بیچنا جائز ہے

دس کا نوٹ اگر زیادہ کو بیچا تو ہندو و مسلمان دونوں سے لینا جائز اور اگر قرض لیا اور زیادہ لینا قرار پایا تو مسلمان سے حرام قطعی اور ہندو سے جائز جب کہ اسے سود سمجھ کر نہ لے۔

زیور رہن رکھ کر سود لینا حرام ہے

سود میں جس طرح لینا حرام ہے یونہی دینا بھی حرام ہے۔ جب تک سچی حقیقی مجبوری نہ ہو ' زیور اگر اپنا ہے تو اسے رہن رکھ کر سودی روپیہ نکلوانا حرام ہے کہ یہ مجبوری نہ ہوئی ' زیور بیچ کر کیوں نہیں ڈالتا اور اگر دوسرے سے رہن رکھنے کے لئے مانگ کر لیا ہے اور پاس کوئی چیز ایسی نہیں جسے بیچ کر کام نکال سکے اور قرض لینے کی سچی ضرورت و مجبوری ہے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ : کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے دس روپے اس شرط پر مانگے کہ میں فصل پر گندم پندرہ مار دوں گا اور خالد نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ جو نرخ بازار فصل پر ہوگا اس نرخ سے دس روپیہ کے گندم دوں گا بکر نے کہا کہ میرے پاس اس وقت روپیہ نہیں ہے تم دونوں شخص دس دس روپیہ کے گندم جو اس وقت دس مار کا نرخ لے جاؤ دونوں شخص رضامندی سے گندم حسب شرائط بالا لے گئے اور فروخت کر کے دس دس روپیہ اپنے صرف میں لائے اب زید کو فصل پر فی روپیہ پندرہ مار گندم حسب وعدہ اور خالد کو فی روپیہ بارہ مار گندم نرخ بازار دینا ہوئے یہ بیع جائز ہوئی یا نہیں اور اگر بکر خالد کو روپیہ حسب شرائط بالا یعنی جو فصل پر نرخ ہو گا ' دوں گا ' دیتا تو جائز ہوتا یا نہیں ؟

جواب : یہ صورت حرام قطعی اور خالص سود ہے۔ ڈھائی من گیہوں جو اس نے دیئے ' ان سے زیادہ لینا حرام ' حرام ' حرام ! اور اگر روپیہ دیتا تو اس میں دو صورتیں تھیں ' روپیہ قرض دیتا اور یہ شرط ٹھہرا لیتا کہ ادا کے وقت گیہوں دیں تو یہ

شرط باطل تھی۔ زید و خالد پر صرف اتنا روپیہ ادا کرنا تھا اور اگر گیہوں کی خریداری کرتا اور روپیہ پیشگی دیتا تو یہ صورت بیع سلم کی تھی اگر اس کے شرائط پائے جاتے تو جائز ہوتی ورنہ حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سود کا ایک ماڈرن انداز

ایک شخص نے اشتہار دیا کہ میں ایک روپیہ میں تیس روپیہ کی گھڑی دیتا ہوں لیکن اس شرط سے کہ جو شخص میرا ٹکٹ ایک روپیہ کو خریدے اس کے نام پانچ ٹکٹ میں بھیجوں گا۔ جب وہ پانچ ٹکٹ پانچ روپیہ کو فروخت کر کے وہ پانچ روپیہ مع ان پانچ خریداروں کے ناموں کے میرے پاس بھیج دے، پھر میں ان پانچوں خریداروں کے پاس پانچ پانچ ٹکٹ بھیجوں گا، جب کہ ان میں سے ہر ایک شخص اپنے اپنے ٹکٹ فروخت کر کے مبلغ پچیس روپیہ میرے پاس بھیج دیں گے تو میں تیس روپیہ کی گھڑی اس مقدم الذکر شخص کے پاس بھیج دوں گا اور پھر وہ شخص اشتہار دینے والا ان پچھلے پچیس خریداروں میں سے ہر ایک کے نام پانچ پانچ ٹکٹ بھیج دے گا، جب کہ یہ اپنے اپنے ٹکٹ فروخت کر کے روپیہ اس کے پاس بھیج دیں گے۔ جب وہ ان پانچ شخصوں کے پاس تیس تیس روپیہ کی گھڑی بھیجے گا جنہوں نے مقدم الذکر شخص سے ٹکٹ خریدے تھے۔

غرضیکہ اسی سلسلہ میں جب کہ اس کے پاس تیس روپیہ پہنچتے جائیں گے۔ تو وہ حسب ترتیب ایک شخص کو گھڑی بھیجتا رہے گا، تو ہر شخص کو گھڑی ایک روپیہ میں ملے گی۔ مگر بایں شرط کہ اس کے ذریعہ سے تیس روپیہ کے ٹکٹ اس شخص کے فروخت ہو جائیں اور وہ ٹکٹ دراصل بطور ایک سند و وثیقہ خریداری کے ہیں۔ کیونکہ اس ٹکٹ پر لفظ کوپن اس نے لکھا ہے جس کا ترجمہ سودی اقرار نامہ لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ ٹکٹ مبیعہ (بیع نامہ) نہیں ہے بلکہ اقرار نامہ ہے اس بات کا کہ بعوض ایک روپیہ، تیس روپیہ کی شئے اشیاء مبیعہ سے جس کی وہ خریدار درخواست کرے، بلحاظ شرائط مذکورہ و مندرجہ اشتہار ملے گی۔ پس اس معاملہ مذکورہ

سے کسی شئے کا لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں ' اگر جائز ہے تو یہ عقد ' عقد بیع ہے یا کیا اور اگر بیع ہے تو اس میں کوئی دوسرا عقد ' مثل توکیل و دلالی و اخذ اجرت وغیرہ مندرج ہے یا نہیں ' اور ثمن وہ ایک روپیہ ہے یا مع اس زیادتی مذکورہ کے ' اگر مع زیادتی ہے تو یہ بیع بطریق بیع چھٹی مروجہ ممنوعہ شرعیہ کے معنی میں ہو گی ' گو ایک لخت سب چھٹی نہ ہوں متفرقاً متفرقا ہوں یا اس معنی میں نہیں ' پھر یہ بیع باندراج شرائط مذکورہ بالا جائز ہو گی یا نہیں ۔ بحوالہ شرعیہ دلائل معتبرہ سے جواب مرحمت فرمایا جائے ۔

تجارت کے روپ میں جوا

معاملہ مذکورہ محض حرام و قمار ' ہزاراں ہزار محرمات ' بے شمار کا تودہ و انبار بلکہ حراموں کا سلسلہ نا پیدا کنار ' طرفہ اختراع ابلیس مکار ہے ۔ **قال اللہ تعالیٰ** **" وکذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیطٰین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا ولو شاء ربک ما فعلوہ فذرھم وما یفترون ○ ولتصغی الیہ افئدۃ الذین لا یومنون بالاخرۃ ولیرضوہ ولیقترفوا ماھم مقترفون ○** اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے کچھ دشمن بنائے شیطان ' آدمی اور جن کہ ایک دوسرے کے دل میں جھوٹی بات ملمع کی ہوئی ڈالتے ہیں ایک تو فریب دینے کو (اور تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تو چھوڑ دے انہیں اور ان کے باندھے جھوٹ کو) دوسرے اس لئے کہ جھک آئیں اس باطل کی طرف ان کے دل جنہیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور اس کے ذریعہ سے کما لیں جو انہیں کمانا ہے آخرت میں وبال اور عذاب دنیا میں۔

مثلاً سورت مسئولہ میں کوئی روپے اور کوئی گھڑی یا گہنا وغیرہ اور کوئی **خسر الدنیا والاخرۃ** کہ روپیہ گیا اور کچھ نہ ملا **" قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون"** اے نبی تو ان لوگوں سے فرما ' کیا اللہ نے تمہیں اس کی پروانگی دی ہے یا خدا پر بہتان اٹھاتے ہو۔ یعنی پروانگی تو ہے نہیں ' ضرور افتراء ہی ہے **" ام لھم شرکاء**

شرعوا لهم من الدين مالم یاذن به الله " کیا ان کے لئے کچھ ساختہ خدا ہیں جنہوں نے ان کو وہ دین گڑھ دیا جس کی اجازت اللہ نے نہ دی۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو شیطان کے فریب سے بچائے۔

جوے کی بدترین صورت

اس اجمال کی تفسیر مجمل یہ کہ حقیقت دیکھئے! تو معاملہ مذکورہ بہ نظر مقاصد' ٹکٹ فروش و ٹکٹ خراں ہرگز بیع و شراء وغیرہ کوئی عقد شرعی نہیں' بلکہ صرف طمع کے جال میں لوگوں کو پھانسنا اور ایک امید موہوم پر پانسہ ڈالنا ہے اور یہی قمار (جوا) ہے۔ پر ظاہر کہ اس طمع دلائی ہوئی گھڑی یا گہنے وغیرہ کی خرید و فروخت کا تو اصلا نہ ذکر' نہ اس شئے کی جنس ہی متعین' بلکہ تاجر کہتا ہے جب ایسا ہو گا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم کو ایک چیز ان چیزوں سے بھیجیں گے۔ یہ وعدہ ہے اور بیع عقد اور وعدہ و عقد میں زمین و آسمان کو بعد۔ اب رہی سند اور ٹکٹ 'سند تو مع قیمت واپس مانگنا ہے اور بیع میں مبیع مع قیمت واپس ہونے کے کوئی معنی نہیں' علماء نے صبی لا یعقل البیع والشراء (ترجمہ بچہ جو خرید و فروخت کی پہچان نہیں رکھتا) کہ چیز دے کر پیسہ بھی واپس مانگنے لگے۔ لیعلم انہ لا یعرف معنی المبادلتہ وما البیع الا مبادلتہ (ترجمہ کیونکہ وہ بچہ تبادلہ کا معنی نہیں جانتا اور بیع تو تبادلہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں)

ہاں ٹکٹ کی بیع کا نام لیا' مگر اس پر وہ عبارت چھاپی جس نے صاف بتا دیا کہ یہ مبیع نہیں ایک اقراری سند ہے جس کے ذریعہ سے ایک روپے والا بعد موجود شرائط تیس روپے کا مال تاجر سے لے سکے گا اگر ٹکٹ ہی بکتا تو خریدار ایسے احمق تھے کہ ایک روپے دے کر دو انگل کا پرچہ کاغذ مول لیتے' جسے کوئی دو کوڑی کو بھی نہ پوچھے گا۔ لاجرم! بیع وغیرہ سب بالائے طاق ہے' بلکہ تاجر تو یہ سمجھا کہ مفت گھر بیٹھے میرے مال کی نکاسی میں جان لڑا کر سعی کرنے والے' ملک بھر میں پھیل جائیں گے اور محض بے وقت' منہ مانگے دام' پے در پے آیا کریں گے۔ نوکر دام لے کر کام کرتے ہیں اور غلام بے دام' مگر یہ ایسے پھنسیں گے کہ آپ دام دیں گے اور میرا

کام کریں گے۔

انسان کسی امر میں دو ہی وجہ سے سعی کرتا ہے خوف یا طمع ' یہاں دونوں مجتمع ہوں گے ایک کے تیس ملنے کی طمع میں ' جس نے ایک ٹکٹ لے لیا اس پر خواہی نخواہی لازم ہو گا کہ جہاں جانے سے پانچ احمق اور پھانسیں ' چھ تو یہ نقد بلامعاوضہ آئے 'اب وہ نو گرفتار ' پانچ ہر ایک اسی تیس کی طمع اور اپنا روپیہ مفت مارے جانے کے خوف سے اور پانچ پانچ پر ڈورے ڈالے گا ' یہ سلسلہ بڑھتا رہے گا اور ملک بھر کے بے عقل میرا مال نکلنے میں بجان ساعی ہو جائیں گے ۔ پھر جب تک سلسلہ چلا فبہا ۔ گھر بیٹھے ' بے محنت ' دونے ' ڈیوڑھے چھناچھن آرہے ہیں اور جہاں تھکا تو اپنا کیا گیا ' ان ٹکٹ خروں کا گیا ' جنہوں نے روپے کو ہوا خریدی ' ہمیں یوں بھی صدہا مفت بچ رہے۔

بہر حال اپنا احمق کہیں نہیں گیا ' تاجر کے تو یہ منصوبے تھے ۔ ادھر مشتری سمجھا کہ گیا تو ایک اور ملے تو تیس قسمت آزما دیکھیں ' یہاں تک نری طمع تھی ۔ اب کہ روپیہ بھیج چکے 'مارے جانے کا خوف بھی عارض ہو گیا ' اور ہر طرح لازم ہوا کہ اوروں پر بھی جال ڈالیں' اپنا روپیہ ہرا ہو ' دوسرے سوکھے گھاٹ اتریں تو اتریں ' یونہی یہ امید و بیم کا سلسلہ قمار ترقی پکڑے گا اول کہ دو چار کچھ حرام مال کی جیت میں رہیں گے ' آخر میں بگڑے گا جس جس کا بگڑے گا ۔ یہی **اکل مال بالباطل** ہے جسے قرآن عظیم نے حرام فرمایا ۔ " **یاایها الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل** (ترجمہ اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ (البقرہ آیت ۱۸۸ ' کنزالایمان)

یہی غرر و خطر ' ضرار اور ضرر میں پڑنا اور ڈالنا ہے ۔ جس سے صحاح احادیث میں نہی ہے۔ یہ معاملہ چھٹی سے بدرجہ بدتر ہے۔ وہاں ہر ایک بطور خود اس قمار اور گناہ میں پڑتا ہے اور یہاں ہر پہلا اپنے نفع کے لئے دوسرے پانچ کا گلا پھانسے گا ۔ تو وہ صرف خطر تھا یہاں خطر و ضرر و ضرار و غش سب کچھ ہے ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں " **لیس منا من غشنا** " جو مسلمانوں کے خلاف

خیرخواہی معاملہ کرے وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں۔ **رواہ و مسلم ' و احمد ' و ابوداؤد ' و ابن ماجہ ' والحاکم عن ابی ھریرۃ ' والطبرانی فی الکبیر ' عن ضمیرۃ رضی اللہ تعالی عنھما** ۔ ایک حدیث میں ہے " **لیس منا من غش مسلما اوضرہ او ماکرہ** " ہم میں سے نہیں جو کسی مسلمان کی بدخواہی کرے یا اسے ضرر پہنچائے یا فریب دے۔ **رواہ الامام الرافعی عن امیر المومنین علی کرم اللہ وجھہ** ۔ احادیث اس باب میں حد تواتر پر ہیں اور خود ان امور کی حرمت ضروریات دین سے ہے۔ **کما لا یخفی** حقیقت امر تو یہ تھی اور صورت الفاظ پر نظر کیجئے تو ٹکٹ کی خرید و فروخت ہے۔

مال کی تعریف

اول تو اس کے مال ہونے میں کلام ہے کہ وہ جس کی طرف طبائع میل کریں اور وقت حاجت کے لئے ذخیرہ رکھا جائے یہ ٹکٹ دونوں وصف سے خالی ہے۔ کشف الکبیر اور بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے **المراد بالمال ما یمیل الیہ الطبع و یمکن ادخارہ لوقت الحاجتہ** (ترجمہ : مال سے مراد یہ ہے کہ جس کی طرف طبیعت میلان کرے اور حاجت کے وقت کے لئے اسے ذخیرہ کرنا بھی ممکن ہو ۔) اس تقدیر پر تو یہ بیع سرے سے محض باطل ہو گی۔ **لانہ مبادلتہ مال بمال کمافی الکنز والملتقی وغیرھما** (ترجمہ : کیونکہ اس میں مال کا مال کے ساتھ تبادلہ ہے جیسا کہ کنز ' ملتقی اور دوسری کتابوں میں ہے) ۔ اور بالفرض مال ہو تو متعدد شرائط فاسدہ پر مشتمل ہے " **وقد نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع و شرط** " (ترجمہ : حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مشروط بیع سے منع فرمایا ہے ۔) تو عقد بوجوہ فاسد ہوا اور ہر فساد جداگانہ حرام ہے ۔ پھر یہ سلسلہ غش و فساد اور حرام ۔ تو یہ ادھر ٹکٹ خریدنے والوں میں یکے بعد دیگرے مستمر چلا ' ادھر ایسے جو تمیں کی شئے ملی ' اس کی جنس تک معین نہ تھی ۔ نہ صرف اس کے عمل پر ملی کہ اس کا کام تو پانچ ٹکٹ بکنے پر منتہی ہو گیا اور اس وعدہ طمع میں چیز کا مستوجب اس وقت ہو گا کہ پھر وہ بکیں اور پانچ ان کے اور پانچ پانچ ان پانچ کے وصول ہوں ۔ یہ ہرگز اسی اول کا عمل نہیں ' تو

اگر اجارہ ہوتا بوجوہ خود فاسدہ اور اپنی مشروط بیع کا مفسدہ ہوتا۔ مگر حقیقتاً وہ صرف طمع دہی اور از قبیل رشوت ہے۔ غرض اس معاملہ حرام در حرام کے مفاسد بکثرت ہیں۔ اور ان سب سے سخت تر وہ لفظ ہے کہ " ہم تمہارے ساتھ ایمان داری سے کام کرتے ہیں " ایسے شدید گناہوں ' اختراعی راہوں کو ایمانداری کا نام دینا اور کام بتانا ان اصل گناہوں سے کس قدر زائد ہے۔ جب کہ یہ اشتہار دینے والا کوئی مسلمان ہو کہ اب یہ تحصیل حرام بلکہ تحسین حرام ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین ھذا۔

سود کے یہ بھی انداز ہیں

قرعہ اندازی : ا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ زید بکر دو شخصوں نے ساٹھ روپے کا مملوکہ مال و اسباب اتنے ہی حصص میں تقسیم کیا جس قدر کی مالیت کا وہ کل مال تھا اور فروخت کا یہ طریقہ رکھا کہ ہر شخص جو اس کی خریداری کے واسطے حصہ دار ہو چکا اس کو ایک چٹھی دے دی گئی اور سب چٹھیاں جمع ہو جانے پر بروئے قرعہ اندازی سب سے اول چٹھی نکلنے والے کو بیس روپے کا مال ایک روپے کی چٹھی پر ملا دوسرے کو دس کا اور تیسرے شخص کو پانچ کا اور چوتھے شخص کو دو روپے کا اور باقی چٹھی والے خریداروں کو آخر نمبر تک آٹھ آنے کا مال فی ٹکٹ دیا گیا۔ آیا یہ طریقہ بیع موافق احکام شریعت ہے یا نہیں ؟

۲ - ڈاک خانہ سرکاری کے سیونگ بنک نیں یا دوسرے انگریزی تجارتی بنکوں میں زید نے کچھ روپیہ داخل کیا جس پر بہ شرح معینہ اس کو گورنمنٹ نے یا انگریز تاجر نے منافع ادا کیا۔ کیا جمع کرنے والا شخص احکام شریعت کے مطابق اس منافع کو لینے کا مستحق ہے یا نہیں ؟

جواب (ا) : یہ صورت قطعی حرام ہے اور نرا قمار (جوا) ہے اور خریدار اور بیچنے والے سب کے لئے استحقاق عذاب نار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ - سود مطلقاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ و حرم الربوا (ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا ہے) مگر جس کے یہاں روپیہ جمع کیا اگر اس پر مطالبہ شرعاً آتا تھا اور وہ کسی

دوسرے طریقے پر نہ مل سکتا تھا اس نام سے موصول ہو جائے گا تو اپنے اس حق کو حق کی نیت سے قدر حق تک لے لینے کا استحقاق ہے۔ اور اگر کچھ نہ آتا تھا، مگر کوئی مال مباح بلاعذر و بلا ارتکاب جرم، برضامندی ہاتھ آتا ہو تو مباح کی نیت سے لینا، لینے والے کو مباح ہے، اگرچہ دینے والا اسے کسی نام سے تعبیر کرے۔ اس مسئلے کی تحقیق کامل بھی فتاویٰ فقیر میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قرض کے ساتھ مانگ کر نفع لینا سود ہے

اگر روپیہ قرض دیا اور یہ شرط کرلی کہ چار مہینے کے بعد ایک روپے کے پچیس مار گیہوں لیں گے۔ حالانکہ بازار کا نرخ پچیس سیر سے بہت کم ہے تو یہ محض سود ہے اور سخت حرام ہے حدیث میں ہے "کل قرض جرمنفعتہ فھو ربو" (ترجمہ۔ جس قرض سے نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے) اور اگر گیہوں خریدے اور قیمت پیشگی دی ہے تو بیع سلم ہے اور اگر سب شرائط بیع سلم کے ادا کرلی ہیں تو جائز ہے۔ اگرچہ روپے کے دس من گیہوں ٹھہر جائیں، ورنہ حرام ہے۔

سوال : زید نے کچھ روپیہ قرض واسطے تجارت کے عمر کو دیئے اور آپس میں یہ ٹھہرا لیا کہ علاوہ قرض کے روپوں کے جس قدر منافع تجارت میں ہو گا اس میں سے نصف ہمارا اور نصف تمہارا ہو گا۔ کیا یہ بھی سود ہے؟

جواب : یہ سود اور حرام قطعی ہے۔ ہاں اگر روپیہ اسے قرض نہ دے بلکہ صرف تجارت کے لئے دے کہ روپیہ میرا اور محنت تیری اور منافع نصف نصف تو یہ جائز ہے۔

کافروں کے ساتھ سودی لین دین مطلقاً حرام ہے

سوال : کیا مسلمانوں کی معاشی حالت سنوارنے کے لئے کفار سے سودی لین دین کرنا شرعاً جائز ہے؟

جواب : سود لینا دینا مطلقاً حرام ہیں "قال اللہ تعلی و حرم الربو" حدیث صحیح

میں ہے " لعن رسول اللہ تعالی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اکل الربو و مئوکلہ و کاتبہ و شاہدہ وقلهم سواء " رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سود کھانے والے ' سود لینے والے ' سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا وہ سب برابر ہیں ۔ اللہ کی لعنت کے ساتھ دینی حالت سنورے گی یا اور بدتر ہو گی اور قومی دنیوی حالت کا سنورنا بھی معلوم ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ " یمحق اللہ الربو و یربی الصدقات " اللہ سود کو مٹاتا ہے اور زکوٰۃ سے مال کو بڑھاتا ہے ۔ جسے اللہ برباد و تباہ کرے وہ کیونکر بڑھ سکتا ہے اور بالفرض کچھ دن کے لئے ظاہری نگاہ میں بڑھے بھی تو جتنا بڑھے گا اللہ کی لعنت بھی اتنی بڑھے گی ۔

مبادا دل آن فرو مایہ شاد
کہ ازبہر دنیا دہد دین بباد

اگر قرآن عظیم پر ایمان ہے تو سود کا انجام یقیناً تباہی و بربادی ہے ۔ سائل لین دین پوچھتا ہے مسلمانوں کے پاس مال کہاں اور کفار بڑے بڑے مال دار ہیں انہیں آپ سے سودی قرض لینے کی کیا ضرورت ہو گی اور اگر ہو گی تو ان کی قوم کے ہزاروں لینے دینے کو موجود ہیں ۔ اور سود دینے میں قوم کا نفع ہے یا کفار کا ' سود دینے سے مسلمانوں کی قومی حالت سنورتی تو لاکھوں مسلمان بنیوں کو سود دیتے اور اپنی جائیدادوں کو تباہ کرتے ہیں ۔ ہزار کا مال دو ڈھائی سو روپے میں بہہ جاتا ہے کیا اسی حالت کو سنورنا کہتے ہیں ؟ نفع لینے کی بعض جائز صورتیں نکل سکتی ہیں جن میں بعض تو ہمارے فتاوے میں ذکر کر دی گئی ہیں اور بہت کا ذکر ہمارے رسالہ نوٹ میں کیا گیا ہے کہ مع ترجمہ چھپ رہا ہے ۔ مگر کسی کوٹھی کا کام فقط نفع لینے سے نہیں چلتا اسے دینا بھی ضرور پڑتا ہے اور معاملہ جب کفار سے ہو تو ان تینوں صورتوں کی پابندی دشوار ہے ۔ جن پر جواز کا مدار ہے اور یوں سود دینا اگرچہ کافر کو ہو ' قطعاً حرام ہے اور استحقاق نار ہے ۔ ہاں ! اگر نوٹ کا طریقہ جو ہم نے اس رسالے میں لکھا ہے تاجروں میں رائج ہو جائے تو بلاشبہ سود دینے لینے کی آفت اٹھ جائے اور لین دین کا عام بازار شرعی جواز کے ساتھ کھل جائے ۔

احسان کا منفرد طریقہ

سوال : محبوب اللہ کی دوکان ایک سبزی فروش کے پاس چار سو روپیہ میں گروی ہے اور محبوب اللہ نے ایک سو پر ایک روپیہ ماہوار سود کا ادا کرتے ہیں اب ایک دوسرا شخص محبوب اللہ کی دوسری دوکان میں مبلغ دس روپے کرایہ پر بیٹھتا ہے محبوب اللہ اس کرایہ دار سے کہتا ہے کہ مجھ کو تم اکٹھا کرایہ چار سو روپے دے دو میں سبزی فروش کو ادا کر دوں گا اور تم چار سو روپے کی دستاویز تحریر کرا لو میں تم کو کرایہ میں کمی کر دوں گا کیا یہ صورت جائز ہے ؟

جواب : اگر ہمیشہ کے لئے کمی کر دے اور صاف صاف قرض میں تحریر کر دیں کہ کچھ نفع اس پر لیا دیا نہ جائے گا یہ کمی صرف اس احسان کے بدلے کی جا رہی ہے یہ احسان ہے قرض کا منافع نہیں تو کوئی حرج نہیں۔

اناج کے تبادلے کا طریقہ

سوال : اناج کا بدلنا بھی دوسرے اناج سے جائز ہے یا نہیں مثلاً مکئی ایک من دو ماہ پہلے دی اور دو ماہ کے بعد ایک من گندم لے لی اس شرط سے لین دین ہمارے یہاں کے مسلمان کرتے ہیں یہ بدلنا بھی جائز ہے یا نہیں ؟

جواب : یاد رکھیں ایک اناج سے دوسرے اناج نقد بدلنے میں کوئی حرج نہیں اور جب جنس بدلی ہوئی ہے تو کمی بیشی بھی جائز ہے اگر ایک طرف سے اب دیا گیا اور دوسری طرف سے ایک مدت کے بعد دینا ٹھہرا تو یہ بیع سلم کے شرائط کا محتاج ہے۔

سود کا نام بدل کر آڑھت رکھنا

بعض ساہوکار اپنے مسلمان ملازموں یا گاہکوں سے سود نہیں لیتے ' بلکہ اضافہ کا لفظ بڑھا کر مسلمان کو حرام سے محفوظ کرنے کے لئے آڑھت کا نام لیتے ہیں۔ کیا ایسا

کرنا جائز ہے ؟ یاد رہے کہ سود کا لفظ فقط حرام نہیں بلکہ سود کی حقیقت حرام ہے ' اسے اضافے کے لفظ سے تعبیر کرنا ' نہ اسے سود ہونے سے بچا لے گا ' نہ حرمت میں فرق آئے گا۔

کیا یہ انداز درست ہے ؟

۱- زید نے بکر کے ہاتھ چوبیس روپے کی اشرفی فروخت کی بارہ روپے تو بکر نے اسی وقت دے دیئے ' بارہ کا وعدہ کیا چنانچہ دوچار روز کے بعد وہ بھی دے دیئے ؟

۲- زید نے بکر سے ایک روپے کے دام مانگے اور روپیہ دیا بکر نے ' آٹھ آنے ' پیسے اسی وقت دے دیئے اور دو یوم کے بعد دو چونیاں دے دیں ؟

۳- زید نے بکر سے ایک روپیہ دے کر پیسے مانگے بکر نے ایک اٹھنی اسی وقت دے دی ' باقی کی بابت دو یوم کا وعدہ کیا مگر تین یوم کے بعد آٹھ آنے کے پیسے دے دیئے ؟

(۴) زید نے ایک آنہ کا سودا بکر سے لیا ' بکر نے کہا اس وقت باقی روپے کے پیسے نہیں پھر لے لینا بکر نے زید کو روپیہ دے دیا اور دو روز کے بعد باقی کے پیسے لے لیے کیا یہ ساری صورتیں ربا (سود) میں آتی ہیں یا نہیں ؟

جواب : (۱) یہ حرام ہے کہ سونے چاندی کا مبادلہ دست بدست ہونا شرط ہے۔

(۲) اگر زید نے روپے کے پیسے مانگے اور روپیہ دے دیا اس نے آٹھ آنے پیسے اب دے دیئے ۔ باقی پیسوں کے بدلے دو دن کے بعد دو چونیاں یا اٹھنی دی تو جائز ہے کہ روپے اور پیسے کے مبادلے میں ایک طرف سے قبضہ کافی ہے ہم نے اس کی وضاحت " کفل الفقیہ الفاہم " میں کر دی ہے اور اگر زید ہی نے روپے کے آٹھ آنے پیسے اور دو چونیاں مانگی جو اس نے دوسرے وقت دیں یہ حرام ہے **لاشتراط الصرف بدا بید۔**

(۳) یہ صورت جائز ہے کہ پیسوں میں ایک طرف کا قبضہ ہو گیا اور اٹھنی میں

دونوں طرف کا۔

(۴) یہ بھی بدلیل مذکور جائز ہے جبکہ باقی کے پیسے لینے ٹھہرے' جیساکہ سوال میں ہے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد پراویڈنٹ فنڈ مع سود لینا جائز ہے یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام فرمایا اس میں کوئی تخصیص مسلم و کافر کی نہیں رکھی مطلق ارشاد ہوا ہے "و حرم الربوا" تو اسے سود قرار دے کر لینا جائز نہیں اور اگر کسی کمپنی میں کوئی مسلمان بھی حصہ دار ہو' تو مطلقاً اس زیادہ روپے کا لینا حرام ہے اور اگر کوئی مسلمان حصہ دار نہیں' تو سود کی نیت سے روپیہ لینا ناجائز ہے۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ ایک مال مباح بلا عذر مالکوں کی خوشی سے ملتا ہے' یوں اس کے لینے میں فی نفسہ کوئی حرج نہیں اور اسے چاہئے کہ اپنے صرف میں لائے' چاہے کار خیر میں لگائے۔ ہم نے اس مسئلے کی وضاحت اپنے فتاوے میں کر دی ہے۔

مسئلہ : ایک شخص وزیر نامی فوت ہو گیا اس کے دوسرے وارثوں کے علاوہ اس کی دو نابالغ لڑکیاں پیچھے رہ گئیں اس کے مال میں چار سو روپیہ مال نقد ان لڑکیوں کے حصے میں آیا وہ سارا روپیہ ایک دوسرے شخص نے امانتاً اسے اس وعدہ پر لیا کہ ہم پانچ روپے ماہوار اس روپے کے منافع سے ان یتیم لڑکیوں کو دیتے رہیں گے اب اس روپے کے اطمینان کی غرض سے روپیہ لینے والے شخص نے اپنا مکان اس روپیہ کے عوض گروی کر دیا اور اس کا رہن نامہ لکھ دیا مگر رہن نامے میں مضمون یہ ہے "کہ مبلغ چار سو روپے معرفت مسمات بنے بیگم ہمارے پاس امانتاً یافتنی ہر دو نابالغہ کے جمع ہوئے جو تابلوغ ہر دو نابالغہ کے ہمارے پاس جمع رہیں گے۔ چونکہ زر ضمانت کی کوئی تاریخ باضابطہ بغرض اطمینان کے منجانب ہمارے کے مسمات کے پاس نہیں ہے لہٰذا ہم بموجب تحریر ہذا کے اقرار کرتے ہیں کہ زر مذکورہ تابلوغ ہر دو نابالغہ کے جمع رہیں گے اور اس کا سود چار روپیہ فی صدی کی شرح سے ہر مہینے ادا کیا جاتا رہے گا تاکہ ان نابالغہ کو ماہ دو ماہ بلا عذر و حیلہ یہ روپیہ ملتا رہے اور واسطے اطمینان زر مذکور کے ایک

مکان مستغرق و مکفول دستاویز ہذا کرتے ہیں روپیہ بے باک ہونے تک اس کو دوسری جگہ منتقل نہیں کریں گے اگر کریں تو ناجائز ہو گا لہٰذا یہ رہن نامہ سودی بحق نابالغاں دختران وزیر کے لکھ دیا تاکہ سند ہو"

اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ شخص مذکور جس نے روپیہ لیا تھا وہ تو فوت ہو گیا اور ماہواری جو مقرر کیا تھا وہ نہیں دیا اب وہ نابالغاں اپنا روپیہ کس مکان سے لیں گی مگر اصل کے چار سو روپے جو ایک سو روپیہ زائد اس وقت تک ہو گیا ہے وہ بھی لے سکتی ہیں یا نہیں کیونکہ ان نابالغان کو یا اس کے کسی اور وارث کو یہ معلوم نہ تھا کہ دستاویز کے اندر وہ پانچ روپیہ ماہوار سود دیا گیا ہے وہ بھی سمجھی ہوئی تھیں کہ ہم کو پانچ روپیہ ماہوار کرایہ مکان یا اس روپے کے منافع سے دیا جائے گا اگر وہ سو روپیہ جو اصل سے زائد ہے لے لیں تو کوئی مواخذہ ان کے ضمن میں تو نہیں ہو گا اور وہ عنداللہ گناہگار تو نہ ہو گیں۔ یہ امر بھی قابل تحریر ہے کہ وہ نہایت ہی غریب بچیاں ہیں اور کوئی ذریعہ معاش ان کے پاس نہیں جہاں سے وہ گزر اوقات کر سکتی ہوں۔ براہ کرم اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

جواب: وہ روپیہ ہر طرح سود اور حرام ہے اس کا لینا کسی حال جائز نہیں ہو سکتا سود لکھا گیا تو حرام ہے' منافع سمجھا تو سود ہے' مکان کا کرایہ جانا تو باطل ہے' مالک مکان غیر مالک سے کرایہ پر لے اس کے کوئی معنی نہیں' بہرحال وہ سود ہے۔ ہاں! اگر وہ شخص جس نے یہ روپیہ امانتا لیا اور اس پر پانچ روپیہ ماہوار دینا مقرر کیا ہندو یا غیر مسلم سے ہو تو یہ چار روپیہ زائد اس کے قرارداد سے ملتے ہیں ایک مال مباح سمجھ کر لینا جائز ہے' مگر سود سمجھ کر لینا حرام ہے۔

زرعی بنکوں سے سود پر قرضے لینا

سوال: ان دنوں گورنمنٹ کی نگرانی میں شہروں اور دیہاتوں میں زرعی بنک کھولے گئے ہیں۔ ان زراعتی بنکوں کی وجہ سے سود خوری نہیں ہوتی بلکہ مقصد یہ ہے کہ سود خوار مہاجنوں سے قطع تعلق کیا جائے اور سرکار کی نگرانی میں بنک میں

"انجمن امداد باہمی" قرضہ دے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ گاؤں کے لوگ بطور حصہ داری دس روپے سالانہ فی آدمی دس سال تک اس اپنی انجمن میں جمع کرتے رہتے ہیں اور اسی انجمن سے حسب ضرورت سودی قرض بھی لیتے رہتے ہیں مگر قرض لینے کا حق محض حصہ داروں کو ہے ۔ کوئی غیر حصہ دار ہرگز ہرگز قرض نہیں لے سکتا۔ مقروض جو کچھ رقم لے گا سود اسی بنک کو دے گا اور وہ رقم بحصہ رسد اس مقروض کے حصے میں بھی آئے گی گویا سود دینے والا سود لینے والا بھی ہے۔ اس انجمن کے پاس دس سال کے بعد کافی سرمایہ جمع ہو جاتا ہے تو سود بہت کم یا بالکل موقوف کر دیا جاتا ہے کیا ایسے زرعی بنکوں کا یہ کاروبار جائز ہے یا نہیں ؟

جواب : یہ سلسلہ حرام ' حرام ' قطعی ' یقینی حرام ہے ۔ دس برس تو بہت ہوتے ہیں سود ایک لحہ ایک آن کو حلال نہیں ہو سکتا ۔ احکام الہیہ کسی کی ترمیم سے بدل نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " **و احل اللہ البیع وحرم الربو** " (ترجمہ ۔ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔ البقرہ آیت نمبر ۲۷۵) حدیث صحیح میں ہے " **لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربو و موکلہ و کاتبہ وشاہد یہ وقال ھم سواء** " رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں ۔ یہاں کے سود دینے والا ہی سود لینے والا ہے اس کا معنی یہ ہوا کہ وہ ڈبل ملعون ہے ۔ جو براہ شامت نفس اس کا ارتکاب کریں اور حرام جانیں وہ فاسد فاجر ہیں ' اور جو حلال سمجھیں وہ مرتد کافر ہیں ۔ والعیاذ باللہ ہاں ! اگر اس میں بھی اس طریقہ بیع کا اجراء کریں جو ہم نے تحریر سابق میں ذکر کیا تو بلادقت اس حرام قطعی سے بچ جائیں گے۔ مگر حلال حرام کی آج فکر کسے ہے۔ " **الا ما رحم ربی ان ربی لغفور رحیم** " (ترجمہ ۔ مگر جس پر میرا رب رحم کرے بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے ۔ یوسف نمبر ۵۳ ' کنزالایمان)

کافر غیر ذمی کا مال مباح سمجھ کر لینا

اللہ عزوجل نے مطلق فرمایا " **وحرم الربو** " اللہ نے سود حرام کیا ہے اس

میں کوئی تخصیص مسلم ' کافر ' سنی ' بدمذہب ' کسی کی نہیں۔ سود لینا کسی سے حلال نہیں جو حلال ہے ' وہ سود نہیں اور جو سود ہے وہ حلال نہیں ۔ کافر غیرذمی کا مال بلاعذر جو حاصل ہو وہ مال مباح سمجھ کر لینا حلال ہے۔ سود جان کر لینا یہ بھی حرام ہے۔ قصد معصیت خود معصیت ہے ' مثلاً کافر سے کوئی مال سو روپے کو خریدا اور قیمت دبا لی یا دھوکہ دے کر کھوٹے دام دے دیئے ' یہ ناجائز ہے کیونکہ معاہدہ کے خلاف ہے **قال اللہ تعالی "یایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود"** (ترجمہ ۔ اے ایمان والو ! اپنے قول پورے کرو ۔ المائدہ آیت ا ' کنزالایمان) اور اگر چاندی کا دو سو روپیہ بھر مال سو روپیہ کو مول کیا اور یہ سمجھا کہ سو روپیہ کے بدلے ہی سو روپیہ ہو گئے ' باقی کافر کا مال بلاعذر اس کی مرضی سے ملتا ہے ' تو یہ جائز ہے جب کہ وہ کافر ذمی یا مستامن نہ ہو۔

کیا سود کے یہ انداز بھی ناجائز ہیں

سوال : (ا) ایک سودی بنک مسلمانوں نے ان شرائط پر قائم کیا کہ جو کوئی اس میں داخل ہو اور ممبر بنے ایک روپیہ داخلہ اور مبلغ بیس روپے پہلی قسط ادا کرے اس کے بعد دس روپے سالانہ داخل کرتا جائے دس سال کے بعد اپنا اصلی روپیہ مع سود فی صدی فی ماہ بارہ آنے کے حساب سے مل جائے گا اور ہر ایک ممبر کو جب ضرورت ہو اپنی حیثیت کے مطابق بارہ آنے سیکڑہ پر روپیہ لے سکتا ہے پھر قسطوں سے ادا کرتا جائے۔ کہتے ہیں یہ بنک غریب مسلمانوں کے لئے بنایا گیا ہے مگر ممبر کے سوا جو کہ داخلہ نہ دے روپیہ نہیں ملتا یعنی عام مسلمانوں کو نہیں ملتا ۔ ہماری مسجد کا امام بھی اس میں شامل اور داخل ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ میں اپنے روپے کا سود نہ لوں گا وہ مجھ پر حرام ہے مگر ضرورت پر سود دیا گیا ۔ چنانچہ ضرورت کے وقت ہم لوگ آگے بھی تو اہل ہنود کو دیتے ہیں جیسا کہ لینا حرام ہے ایسے ہی دینا بھی حرام ہے ۔ جب ہم لوگ دیتے ہیں تو لینے میں کیا قباحت ' لینا دینا برابر ہے ۔ اب میں داخل ہو چکا ہوں ' چھوڑ نہیں سکتا ۔

سودی بنک یا کمپنی کی رکنیت بھی حرام ہے

جواب : مندرجہ بالا صورت میں بنک کا قیام حرام قطعی ہے اور یہ سارے قواعد شیطانی ہیں ' اس کا ممبر بننا حرام ہے۔ اور سود دینا اور لینا ضرور برابر ہیں ۔ صحیح مسلم میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے " **لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اکل الربو موکلہ و کاتبہ وشاہدیہ وقال ھم سواء** " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں ۔

امام مذکور کا اس بنک کی ممبری قبول کرنا گناہ اور حرام ہے " **قال اللہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان** " (ترجمہ : اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو ۔ المائدہ آیت ۲ کنزالایمان) حدیث میں ہے " **من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقہ ربقۃ الاسلام** " " جو دانستہ ظلم پر اعانت کرے اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی " اور شک نہیں کہ سود لینا ظلم شدید ہے اور اس کا ممبر بننا اور اس کے ان سود خواروں کو سود دینا اس ظلم شدید پر اعانت ہے اور معین مثل فاعل ہے ۔ لہذا کاتب پر بھی لعنت فرمائی تو اس کا رکن بننے والا اور اس کے لئے روپیہ دینے والا ' ضرور کاتب سے بدرجہ زائد لعنت کا مستحق ہو گا اور امام مذکور کا اس پر اصرار ' حرام پر اصرار اور اعلانیہ فسق و استکبار ہے۔ ایسے فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے اور اسے معزول کرنا واجب ہے اور جتنی اس کے پیچھے نمازیں پڑھیں ہوں ' ان کا پھیرنا لازم ہے ۔

پھر اگر بلاضرورت شرعیہ محض جاہلانہ ضرورتوں کے لئے سودی قرض لے گا تو ضرور وہ بھی سود کھانے کے مثل ہو گا اور یہ لعنت کا دوسرا حصہ ملے گا اور عوام کے فعل سے سند لانا اور حکم الٰہی کے مقابلے میں اسے سنانا ' محض جہالت و ذلالت ہے۔ ہاں ! اگر محض مجبوری شرعی کے لئے سودی روپیہ بقدر ضرورت قرض لے تو وہ اس

سے مستثنیٰ ہے کیونکہ ضرورت کے مواقع پر شرع نے خود استثنا فرمایا ۔ **قال اللہ تعالیٰ واتقوا اللہ ما استطعتم** (ترجمہ ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔ اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے ۔ التغابن ' آیت ۱۶ کنزالایمان) **وقال اللہ تعالیٰ " لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا "** (ترجمہ ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ۔ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر ۔ البقرہ آیت ۲۸۶ ۔ کنزالایمان) درمختار میں ہے " **یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح** " (ترجمہ ۔ محتاج کے لئے سود پر قرض لینا جائز ہے) مگر اس قول کو سند بنا کر سود خواروں کی اعانت اور سودی کمپنی کی رکنیت قبول کرنا ' نہ حرام ہونے سے بچ سکتی ہے ' نہ لعنت الٰہی سے بچا سکتی ہے۔ لہٰذا امام مذکور کی نسبت حکم وہی ہے جو اوپر گذرا۔

سودی تجارت ممنوع ہے

سود لینا مطلقاً حرام ہے مسلمان سے ہو یا کافر سے بنک سے ہو یا تاجر سے 'سود کی جتنی صورتیں ہیں سب ناجائز ہیں ۔ قرض دے کر اس پر کچھ نفع بڑھا دینا سود ہے ایک چیز کو اس کی جنس کے بدلے ادھار بیچنا یا دو چیزیں کہ دونوں تول سے بکتی ہوں یا دونوں ناپ سے ' ان میں ایک کو دوسرے سے ادھار بدلنا یا ناپ والی چیز خواہ تول کی چیز سے ' اس کی جنس میں کمی بیشی کے ساتھ بیچنا مثلاً سیر بھر کھرے گیہوں سوا سیر ناقص گیہوں کے عوض بیچنا یہ ساری صورتیں سود کی ہیں اور جو شرعاً سود ہے اس میں یہ نیت کر لینا کہ سود نہیں لیتا ہوں کچھ اور لیتا ہوں محض جہالت ہے ۔ ہاں ! وہاں یہ نیت کام دے سکتی ہے جو واقعہ میں سود نہ ہو اگرچہ دینے والا اسے سود ہی سمجھ کر دے مثلاً یہاں کسی کافر کے پاس اسی کی دوکان 'کوٹھی یا بنک میں بشرطیکہ اس میں کوئی مسلمان شامل نہ ہو روپیہ جمع کر دیا اور اس میں جو روپیہ کافر نے اپنے دستور کے مطابق دیا اسے اپنے روپے کا نفع اور سود خیال کر کے نہ لیا ' بلکہ یہ سمجھ کر لیا کہ ایک مال مباح مالک کی رضا سے ملتا ہے تو اس میں حرج نہیں ۔

سود کے لئے ٹھیکیدار مقرر کرنا

سوال : حضور ایک مسلمان کے روپے سے اگر کوئی ہندو یا عیسائی مثلاً پٹواری یا پٹوار یہ آسامیوں سے سود لے کر اپنے صرف میں کرے مگر زمیندار نہ اسے اس پر کچھ کہے اور نہ خود اس میں سے کچھ پیسہ لے مگر یہ لوگ زمیندار کے روپے سے آسامیوں سے یہ کہہ کر سود لیں کہ اگر تم زمیندار کا روپیہ فصل پر ادا نہ کرو گے تو تم سے اس کا سود لیا جائے گا ۔ اس صورت میں زمیندار شرعاً کسی گناہ کا مستحق ہو گا یا نہیں ؟ اور زمیندار کو اس حالت میں اپنے ہندو ملازم کو منع کرنا لازم ہو گا یا نہیں ؟ اس زمیندار کا بھی اتنا نفع ہے کہ اس کا روپیہ ہر فصل پر وصول ہو جاتا ہے اور کوئی وقت اسے پیش نہیں آتی سود کے خوف سے آسامی فوراً روپیہ ادا کر دیتی ہے ۔ ورنہ کئی کئی سال تک بقایا وصول نہیں ہوتے حالانکہ ان کے پاس روپیہ ہوتا ہے ' مگر بعض سرکش زمیندار کو تنگ کرنے کے لئے نہیں دیتے اور جب وہ نالش کرتا ہے تو فوراً کچہری میں روپیہ اسی روز داخل کر دیتے ہیں اور اس طرح زمیندار کا نقصان بھی کرواتے ہیں اور اسے پریشان بھی کرتے ہیں ۔ ان پریشانیوں سے بچنے کے لئے زمیندار نے پٹواری یا پٹوار پر اعتماد کیا ہے ۔ آپ فرمائیں کہ ایسے حالات میں کیا وہ مسلمان مرتکب حرام ہوتے ہیں یا کہ نہیں ؟

جواب : آسامیاں مسلمان ہیں تو یہ عمل قطعاً حرام ہے جب کہ زمیندار کو اس پر اطلاع ہے تو اس کی خاموشی حرام ہے اور ازالہ منکر فرض ہے ۔ خصوصاً جب وہ اپنے اس نفع کے لئے خاموش ہو ' تو یوں راضی ہے اور رضا بالکبیرہ خود ہی کبیرہ ہے بلکہ کبھی اس سے بھی سخت تر ۔ اور اگر آسامیاں مشرکین (غیر مسلم ہیں) تو ذمی نہیں ' نہ سلطنت اسلام سے مستامن ہیں تو زمیندار خواہ ان سے یہ قاعدہ جاری کرے کہ جس پر بقایا ٹوٹے گی اس پر ہر مہینے اتنا خرچہ لیا جائے گا۔ اس مسئلے کی تفصیل ہمارے فتاوے میں دیکھی جا سکتی ہے اسے بھی سود سمجھ کر لینا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے بلکہ ان کی ایذا رسانی کے معاوضے میں ایک مال مباح سمجھ کر

لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سودی قرض کے لئے زیور گروی رکھنا حرام ہے

فاتحہ ' سوم یا لڑکی کی شادی کے لئے سودی قرض لینا حرام ہے ایسا کرنے والا ضرور مرتکب گناہ کبیرہ و مستحق عذاب ہو گا۔ اسی طرح جس شخص نے اس حرام کے لئے زیور دیا ' وہ بھی حرام کا مرتکب ہے ' پھر جس نے اسے رہن رکھنے کے لئے کہہ کر اپنے ساتھ لے جا کر یہ کام کرایا وہ بھی حرام کا مرتکب ہوا۔ ہاں! اگر ایسا شخص جسے یہ معلوم نہیں کہ لوگ کہاں جا رہے ہیں ؟ کس لئے زیور گروی رکھ رہے ہیں ؟ تو اس پر گناہ نہیں آتا۔ ہاں! اگر وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ یہ تو سودی کاروبار کے لئے تگ و دو ہو رہی ہے اور اس نے بھی ان کی مدد یا تائید کی تو وہ بھی ایسا ہی مرتکب گناہ ہو گا۔ یاد رہے کہ حرام مال لے کر فاتحہ کا ثواب نہیں پہنچتا۔

دو مختلف جنسوں کا تبادلہ کمی بیشی سے جائز ہے

سوال (۱) : تبادلہ گیہوں یا چاول یا جو یا چنا وغیرہ شکرقندی یا آلو یا میوہ سے زیادتی یا کمی کے ساتھ جائز ہے یا ناجائز؟ رواج ' اعتبار ہندوستان میں شکرقندی ' آلو ' میوہ من حیث قدر وزنی ہے اعتبار عند الفقہا کیا ہے؟ گیہوں وغیرہ باعتبار فقہاء من حیث قدر کیلی ہے۔ مغایر جنس ظاہر ہے تغایر قدر میں نہیں ' معلوم کیا ہے ؟

(۲) گیہوں کو گیہوں سے یا جو سے یا جو کو جو اور گیہوں سے مساوی یا کم زائد بدلنا اس طرح پر کہ خریف میں دے دے اور ربیع میں وصول کرے کیسا ہے ؟

جواب : (۱) گیہوں ' جو ' چنے سے ' آلو ' شکر قندی اور میووں کی خرید و فروخت کم و بیش کو بلا شبہ جائز ہے کہ جنس مختلف ہے اور گیہوں اور جو سے قدر بھی یقیناً مختلف ' اور جو میوے مثلاً آم شکر قندی جہاں عددی ہوں وہاں چنے سے بھی اور قدر مختلف نہ بھی ہو تو فقط اختلاف جنس کی بیشی کو مباح کرتا ہے۔ " قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا اختلف النوعان لبیعوا کیف شئتم " (ترجمہ۔ حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جب دو چیزیں مختلف ہو جائیں تو تم جس طرح چاہے بیچ کرو)

(۲) گیہوں کی گیہوں یا جو کی جو سے تبدیلی کمی بیشی کے ساتھ ہو تو حرام ہے اور ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہو تو بھی حرام ہے اور گیہوں کی جو سے تبدیل نقدوں کی سے حلال اور ادھار مطلقاً حرام **فان احدی العلتین من القدر والجنس تحرم النسئتہ واجتماعھما التفاضل** (ترجمہ: مقدار اور جنس کی دو علتوں میں سے ایک ادھار کو حرام کر دیتی ہے اور ان کا اکٹھا ہونا تفاضل ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

رافضی بوہروں سے سودی لین دین کرنا

سوال (۱) : رافضی بوہرے کافر ہیں یا مرتد بہر دو صورت اگر مسلمان ان کے ساتھ یا ہندو کافر کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرلیں مثلاً ہزار یا پانچ سو روپیہ تجارت کے لئے رافضی کو دے اس شرط پر کہ گڑ اور شکر میں نقصان کی صورت نہیں ہوا کرتی، الا شاذونادر تو میں تم سے ڈیڑھ یا دو روپیہ فی صد ماہوار کے نفع نقصان کا اوسط نکال کر تیری دوکان سے خواہ نقد یا سامان خوردنی لیتا رہوں گا اور یہ مضمون بطور شرط کاغذ لکھوا کر اور عرصہ تک اس طرح باہمی معاملہ آپس میں جاری رہے، اور راس المال محفوظ سمجھ کر بعوض نفع حسب قرار داد شرط باہمی اشیائے خوردنی و پوشیدنی لیتا رہے اور باقی نفع کا حساب کر کے نقد لے، تو جائز ہے یا ناجائز، اگر ناجائز ہے تو کیا یہ سود ہو گا؟

(۲) اسی طرح کافر کو اگر مال دو مہینے کے وعدے پر قرض فروخت کرے تو اس کے ہاتھ سے اپنے بھی کھاتے میں لکھوا لے کہ دو مہینے میں روپیہ نہ ادا کروں تو بوقت ادائے روپیہ فی صد آٹھ آنے یا ایک روپیہ ماہوار اس مال کے نفع کا زائد ادا کروں گا کیا یہ صورت جائز ہے یا ناجائز؟

رافضی مرتد ہیں

جواب : تبرے رافضی مرتد ہیں اور ہر مرتد کافر ہے بلکہ کافروں کی بدتر قسم، یہاں کے ہندو وغیرہ جتنے کفار ہیں ان میں نہ کوئی ذمی ہے کہ سلطنت اسلام میں مطیع الاسلام و جزیہ گزار ہو کر رہے نہ مستامن ہیں کہ۔ بادشاہ اسلام سے کچھ دنوں کے لئے کوئی امان لے کر دارالاسلام میں آئے اور جو کافر نہ ذمی ہو، نہ مستامن، سوا غدر و بدعہدی کے کہ مطلقاً ہر کافر سے بھی حرام ہے۔ باقی اس کی رضا سے اس کا مال جس طرح ملے، جس عقد کے نام سے ہو، مسلمان کے لئے حلال ہے **وقد فصلناه فی فتوانا بما لا مزید علیه** ہدایہ و فتح القدیر وغیرہ ہما میں ہے " **ان مالهم غیر معصوم فبای طریق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا مالم یکن غدرا** " (ترجمہ۔ ان کا مال محفوظ نہیں تو جس طریقے سے مسلمان کو ملے لینا مباح ہے جب کہ کوئی دھوکہ نہ ہو) دوسری صورت بھی جائز ہے جس کا جواب اول سے واضح ہے البتہ ان سب صورتوں میں یہ لحاظ رہے کہ ذی عزت متقی آدمی جسے جاہل عوام اپنی نافہمی کے سبب ایسی صورتوں میں معاذ اللہ سود خوار مشہور کریں تو ان سے احتراز مناسب ہے جیسے برے کام سے بچنا ہے یونہی برے نام سے بچنا چاہئے۔

سود کی ایک تجارتی شرط

سوال (۱) : کفار و ہنود کو ہزار دو ہزار یا کم زیادہ کا دو مہینے کے وعدے پر کپڑا فروخت کیا، کپڑا دیتے وقت اس سے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ اگر دو مہینے کے وعدے پر روپیہ ادا نہ کیا گیا تو میں تجھ سے فی صد ایک روپیہ نفع زیادہ لوں گا یا یوں کہہ دیا جائے کہ دو مہینے کے وعدے پر اس کپڑے کی قیمت سو روپے اور اگر اس وعدے پر روپے نہ آئے تو ایک سو ایک روپے ہوں گے یہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ کفار مسلمانوں کے روپے کا وعدہ پر ادا کرنے کی فکر نہیں رکھتے کیا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) نوٹ سو سو روپے کے مثلاً روپیہ یا بارہ آنے زیادتی پر یعنی ایک سو ایک یا ایک سو بارہ آنے پر ایک مہینے کے بعد واپس روپیہ لینا کر کے دیے گئے، وہ نوٹ تو

اس کے کام میں آ گئے، مگر مہینہ ہونے پر وہ بدلے میں روپیہ نہ دے اور نوٹ دے، تو لینا جائز ہے یا روپیہ ہی لیا جائے۔

جواب : (۱) یہاں کے کفار سے ایسی شرط جائز ہے **لانهم غیر اهل ذمة ولا مستامن** (کیونکہ وہ ذمی بھی نہیں اور نہ انہیں امان ملی ہے) مگر یہ زیادتی جو ملے اسے سود سمجھ کر نہ لے بلکہ مال مباح۔

(۲) یہاں کے کفار سے جس طور پر ہو جائز ہے **لان مالهم غیر معصوم فبای طریق اخذه المسلم یاخذ مالا مباحا مالکم یکن غدرا کما فی الهدایة وغیرها** (ترجمہ۔ کیونکہ ان دونوں (غیر ذمی اور جس نے امان نہ لی ہو) کا مال محفوظ نہیں ہے اس لئے مسلمان کو جس طریقے سے بھی ان کا مال ملے لینا مباح ہے مگر دھوکہ وہی سے نہ ہو۔ جیسا کہ ہدایہ اور دوسری کتابوں میں ہے) اور مسلمان کو اگر سو روپے کا نوٹ قرض دیا اور شرط کر لی کہ مہینہ بھر بعد بارہ آنے یا ایک پیسہ زائد لوں گا تو حرام اور سود ہے۔ **لان کل قرض جر منفعة فهو ربا** (ترجمہ : کیونکہ ہر قرض جس میں منفعت جاری ہو وہ سود ہے) اور اگر سو روپیہ کا نوٹ مسلمان کے ہاتھ اس کی مرضی سے ایک سو ایک یا ایک سو دس روپے کو مہینہ بھر کے وعدے پر بیچا تو حلال ہے (ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جب دو قسمیں مختلف ہوں تو تم جیسے چاہو بیع کرو) پھر اگر وعدہ کے وقت اس کے پاس روپیہ نہیں اور وہ نوٹ اور ایک روپیہ یا دس روپے یا ایک نوٹ سو کا اور ایک ایک روپیہ یا دس روپے کا دے تو لینا جائز ہے بشرطیکہ یہ نوٹ وہی نہ ہو جو اس نے بیچا تھا۔ ہاں! اگر خریدار نے اس کو خرچ کر دیا تھا اور پھر جدید سبب سے خریدار کے پاس واپس آیا اور اب وہی نوٹ بیچنے والے کو دیتا ہے تو لینا جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے **ولو خرج عن ملک المشتری ثم عاد الیه بحکم ملک جدید کاقالة اوشراء اوهبة اوارث فشراء البائع منه بالاقل جائز لا ان عاد الیه بما هو فسخ بخیار رویة اوشرط قبل القبض او بعده' بحر عن السراج** (ترجمہ۔ اگر مشتری کی ملک سے وہ شے نکل جائے پھر اس کی طرف ملک جدید کے حکم کے ساتھ

لوٹ آئے جیسا کہ اقالہ یا شراء یا ہبہ یا وراثت کی بناء پر تو بائع کا اسے تھوڑی قیمت کے ساتھ خریدنا جائز ہے ' نہ یہ کہ اس کی طرف لوٹے کہ اس نے خیار رویت پر اسے فسخ کیا ہو یا قبضہ کرنے سے پہلے یا بعد شرط لگائی ہو ۔ بحر میں سراج کے حوالے سے یہی لکھا ہے ۔)

بیاج سے صدقہ و خیرات کرنا حرام ہے

سود حرام قطعی ہے اور اس کی آمدنی بھی حرام قطعی ہے اور خبیث محض ہے ' نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں **" ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب "** بے شک اللہ پاک ہے پاک ہی کو قبول کرتا ہے ' حرام کے لئے فقط اس کی حرمت کا اعتقاد کافی نہیں ' ورنہ حرام خوری اور حرام کاری میں کیا فرق ہے ؟ وہاں بھی صرف اعتقاد حرمت کافی ہو بلکہ ربا تو زنا سے بھی بدرجہ بدتر ہے ۔ بکثرت صحیح حدیثوں میں ارشاد ہوا **" الربو ثلثة و سبعون بابا أيسرها ان ينكح الرجل امه "** " ربا (سود) تہتر گناہوں کا مجموعہ ہے جس میں سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے گناہ کرے ۔ **رواہ الحاکم فی المستدرک بسند صحیح عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ** بلکہ علماء نے یہاں تک فرمایا کہ مال حرام فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھنا کفر ہے اور اگر فقیر کو معلوم ہو کہ اس نے مال حرام دیا ہے اور اس کے لئے دعا کرے اور وہ آمین کہے تو دونوں نئے سرنے سے کلمہ اسلام پڑھیں اور تجدید نکاح کریں ۔ محیط و عالمگیریہ و جامع الفصولین وغیرہا میں ہے **" تصدق على فقير شيئا من مال الحرام ويرجو الثواب يكفر ولو علم الفقير ودعاله وامن المعطي كفرا "**

(ترجمہ ۔ کسی نے مال حرام سے کوئی چیز فقیر کو صدقہ دی اور اس پر ثواب کی امید رکھی تو اس نے کفر کیا اور اگر فقیر کو اس کے مال حرام کا علم ہو گیا اور اس کے لئے دعا کرے اور دینے والا آمین کہے تو دونوں نے کفر کیا) ۔

مال حرام دینے والے کو واپس کر دے

زر حرام والے کو یہ حکم ہوتا ہے کہ جس سے لیا اسے واپس دے ' وہ نہ رہا

اس کے وارثوں کو دے ۔ پتہ نہ چلے تو فقراء پر تصدق کر دے ، یہ تصدق بھی بطور تبرع و احسان و خیرات نہیں ، بلکہ اس لئے کہ مال خبیث میں اسے تصرف حرام ہے ۔ اور اس کا پتہ نہیں جسے واپس دیا جاتا ، لہٰذا دفع خبث و تکمیل توبہ کے لئے فقراء کو دینا ضروری ہوا۔ اس غرض کے لئے جو مال دفع کیا جائے وہ مساجد وغیرہ اور امور خیر میں صرف نہ کرے کہ یہ مال خبیث ہے اور یہ مواضع خبیث کا مصرف نہیں ۔ ہاں ! اگر فقیر لے کر بعد قبول و قبضہ اپنی طرف سے مسجد میں دے دے تو مضائقہ نہیں " **قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ھی لھا صدقتہ ولنا ھدیتہ** " (ترجمہ : نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا یہ اس (فقیر) کے لئے صدقہ ہے اور (اس کی طرف سے) ہمارے لئے ہدیہ ہے)

روپے کی خرید و فروخت جائز ہے

روپیہ قرض دیا اور یہ ٹھہرا لیا کہ سوا سولہ آنے لیں گے یہ سود و حرام قطعی ہے اور اگر روپیہ سترہ آنے یا سولہ آنے کا برضائے مشتری بیچا اور قیمت چار دن یا دو دن یا دس برس بعد دینی ٹھہری تو یہ جائز ہے جب کہ روپیہ اسی مجلس میں دے دیا گیا ورنہ بیع باطل ہو جائے گی۔ " **لکونہ التراقا عن دین بدین ویکفی قبض احدالجانبین کماحققناہ فی کفل الفقیہ** " (ترجمہ ۔ تاکہ دین دین سے جدا ہو جائے اور دونوں طرفوں سے ایک کا قبضہ کرنا کافی ہے جیسا کہ کفل الفقیہ میں ہے) اور اگر روپے کے سترہ آنے یا سو آنے خریدے اور پیسے چار دن بعد دینے ٹھہرے تو یہ ناجائز ہے کہ یہ بیع سلم ہوئی اور بیع سلم میں ایک مہینے سے کم مدت کرنی جائز نہیں۔ " **بہ یفتی زیلعی ودر وھو المعتمد بحر وھوالمذھب نھر** " ہاں ! اگر ایک مہینے یا زیادہ کی مدت مقرر کریں اور روپیہ اسی مجلس میں دے دیں اور باقی سب شرائط بیع سلم کی پائی جائیں تو جائز ہے۔

سود پر ضمانت کا مسئلہ

سوال : عمرو تجارت [illegible] کرتا [illegible] کا روپیہ زید کے ذمے جاہئے تھا

عرصہ جس کو دو ڈھائی برس کا ہو گیا تھا یہ بلا سودی روپیہ تھا، عمرو سود نہیں کھاتا، اب عمرو کو بے حد ضرورت لاحق ہوئی، عمرو نے زید سے طلب کیا مگر زید نے انکار کر دیا اور چار ماہ کا وعدہ کیا۔ عمرو نے کہا کہ اگر آپ اب مجھے نہ دو گے تو میری ذلت و رسوائی ہوگی، تب کیا نتیجہ ہو گا۔ زید کا بڑا بھائی خالد تھا اس سے سفارش کرائی، تب زید نے اسے کہا کہ بکر جو میرا عزیز ہے اس سے میں نے ابھی تھوڑا زمانہ ہوا بتالیس سو روپیہ دستاویز لکھ کر قرض لئے تھے۔ وہ روپیہ میں نے ادا کر دیا۔ حسب وعدہ بلا سود رسیدات آگئی ہیں دستاویز انہی کے پاس ہیں اگر وہ دے دیں تو رسیدیں واپس دے دوں دستاویز وہی پھر برقرار رہے گی وہ تم کو روپیہ دے دیں۔ عمرو خالد کو ہمراہ لے کر بکر کے پاس گیا بکر سے کہا مگر وہ راضی نہ ہوا تب عمرو نے کہا آپ مجھے دو سو کم دے دیں میری عزت جاتی رہے گی اگر مجھے روپیہ نہ ملا۔ میں چھبیس سو لے کر اٹھائیس سو کی رسید لکھنے کو تیار ہوں یہ آپ کو فائدہ ہو جائے گا۔ بکر نے کہا کہ تم کہیں اور سے لے لو میں ضمانت کر دوں گا عمرو نے ایک کافر سے کہا کہ تین ماہ کے واسطے چھبیس سو روپیہ دے دے وہ کافر سو روپیہ سود کے طلب کرتا تھا عمرو نے بکر سے کہا کہ یہ سو بھی آپ لے لیں اور آپ ہی دیں پچیس سو روپیہ لے لیں اور رسید اٹھائیس سو کی لیں میری ضرورت بہت شدید ہے اور خوشامد درآمد کی۔ خالد نے کہا سنا، بکر راضی ہو گیا مگر یہ کہا کہ زید ایک خط لکھ دے کہ یہ روپیہ تین ماہ میں واپس کروں گا اور اگر نہ کروں تو مع سود چار ماہ میں دوں گا اور ایک رقعہ پانچ سو کا لکھ دیں اور اگر چار ماہ میں بھی نہ ادا ہوا تو پانچویں ماہ مجھ کو اس رقعہ کا مطالبہ وصول کرنے کا حق ہو گا اور سود دستاویز کا بھی۔

چنانچہ زید نے رقعہ تاوانی باضابطہ لکھ دیا بکر کو دے دیا اور خط معاہدہ کا بھی اور رسیدات واپس دیں بکر نے عمرو کو پچیس سو دیا۔ اٹھائیس سو کی رسید دی، دو سو کمی کے کاٹے اور سو روپیہ سود کا، تمام تین سو اور چودہ سو نقد زید کو دے دیئے یا کسی کو دلا دیئے۔ اس نے پورے چودہ سو نقد دیئے بلا کسی کانٹ چھانٹ کے۔ اٹھائیس سو کی رسید چودہ سو نقد، یوں بتالیس سو ہو گئے عمرو نے رسید لکھتے وقت یہ کہا اے بکر میں

بہت غریب آدمی ہوں یہ سو روپے تو سود کے میں نے کاٹ دیئے مگر یہ دو سو روپے کی والے محض ان کی وجہ سے ہیں کہ انہوں زید نے نہ دیئے اور میرے بغیر اس کی ذلت ہے بمجبوری کمی کر کے لئے ہیں کہ حضور بغیر اس کے نہ دیتے اگر زید تین ماہ میں نہ دے اور چوتھے ماہ میں دے تو حضور یہ کرو دستاویز جو حضور کو وصول ہو گا یہ معاوضہ ان کمی والے دو سو روپے کے میرا حق ہو گا وہ مجھ کو ملے جو دو سو سے زائد ہو گا وہ حضور لیں کیونکہ میں تو انہیں انہی کے بالعوض دے رہا ہوں وہ حضور مجھ کو دیں ۔ تین ماہ میں واپس ہو روپیہ تو حسب معاہدہ بلا سود ہے میری تقدیر سے وہ چار ماہ میں دیں تو سود کی رقم ضرور لے کر مجھے دیں سود اب میرا حق ہے مجھ کو جائز ہے ۔

زید نے وہ روپیہ حسب معاہدہ ادا نہ کیا بلکہ پانچ ماہ بعد ادا کیا بکر نے سود تو دستاویز کا نہ لیا جو دو سو ڈھائی سو روپیہ بنتا تھا زید کو چھوڑ دیا مگر رقعہ تاوانی پانچ سو کا وصول کر لیا یعنی بتالیس سو کے سنتالیس سو وصول کر لئے ۔ بعد وصول کے عمرو طالب ہے بکر سے کہ مجھے ان پانچ سو میں سے دو سو دیجئے کیونکہ حضور نہ چھوڑتے تو مجھے ملتے ۔ آپ نے چھوٹی رقم نہ لی ' بڑی لی ۔ لہٰذا مجھ کو دو سو روپے دیجئے گا بکر نے کہا مجھ کو یاد نہیں یہ معاہدہ ہوا تھا تب خالد نے یاد دلایا ' ہوا تھا اب بکر نے اسے کہا اگر شرع شریف حکم خدا و رسول سے مجھ کو وہ رقم دو سو روپے کی تمہاری بلکہ سو روپے کے سود کے جو میں نے تم سے تین سو لئے ہیں جائز ہیں تو میں نہ دوں گا اور اگر مجھ کو وہ حرام ہیں تو میں تین سو کے تین سو دینے کے لئے تیار ہوں کیونکہ زید سے بھی میں نے پانچ سو تاوانی وصول کئے ہیں اگر وہ بھی ناجائز و حرام ہوں تو ان کے پانچ سو بھی واپس دینے کے لئے تیار ہوں ۔ بکر کبھی سود نہیں کھاتا ہے اور ہزاروں روپے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو قرض بلا سود دیتا ہے ۔ اس سبب سے بکر دریافت کرتا ہے کہ مرقومہ بالا صورتوں میں سے کون سی رقم مجھ کو جائز ہے یا کل ناجائز ہے ۔ عنداللہ مواخذہ کس رقم کا ہوگا اور کس کا نہ ہوگا اور کون سی رقم سود ہو گی اور کون سی سود نہ ہو گی ؟ یا کل سود ہو گی اور عنداللہ میں گناہگار ہوں گا۔ عمرو شریعت کے حکم کے مطابق تین سو یا دو سو یا ایک سو کس رقم کے واپس لینے کا مستحق ہے یا کسی رقم کے

واپس پانے کا مستحق نہیں ہے یا کل واپس پانے کا مستحق نہیں ہے ؟

جواب : اللہ کے بندو ! اللہ سے ڈرو ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " **یاایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما** " " اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال بلاوجہ شرعی نہ کھاؤ ' ہاں ! تجارت میں آپس کی رضا سے نفع اٹھانے کی ممانعت نہیں اور اپنی جانیں ہلاکت میں نہ ڈالو ۔ بے شک اللہ تم پر مہربان ہے " بکر نے جو پانچ سو روپے زید سے لئے حرام اور قطعی سود ہیں ' اور یہ جو عمرو کو پچیس سو دیئے اور عمرو نے اٹھائیس سو کی رسید لکھ دی یہ تین سو بھی سود اور حرام قطعی ہیں ۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں " **کل قرض جر منفعتہ فھوربا** " قرض پر جو کچھ زیادہ لیا جائے وہ سود ہے ۔ بکر پر فرض ہے کہ زید کے پانچ سو روپے واپس کرے اور عمرو سے صرف پچیس سو لے ایک پیسہ زیادہ لینا حرام ہے اور اگر لیا ہے تو اسے بھی واپس دے ۔ عمرو کا ان پانچ سو روپے میں سے دو سو مانگنا بھی حرام ہے کہ وہ مال حرام ہے اس کا کہنا کہ سود کی رقم اسے دو ' میرا حق ہے ' مجھے جائز ہے ' بہت سخت اشد کلمہ ہے ۔ عمرو پر لازم ہے کہ توبہ کرے ' تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرے ۔

ہنڈی کا معاہدہ سود ہے

سوال : زید کی عمر ساٹھ سال کی ہے مدت العمر میں افلاس سے تنگ آکر جب اسے نقد روپے کی ضرورت پڑتی تو سود پر قرض لے کر کام چلا لیتا ' اگرچہ سود کا دینا بھی شرعاً ممنوع ہے مگر قرض ملنے کی اس کے سوا کوئی دوسری صورت نہ تھی ۔ اب اس وقت زید کے پاس ایک ہزار روپیہ نقد ہے ' جس کی زکوٰۃ پچیس روپے سالانہ فرض ہوتے ہیں اگر تجارت وغیرہ کر کے صورت ترقی پیدا نہ کرے تو چند ہی سالوں میں پچیس روپے سالانہ ادا کرتے کرتے اصل رقم ختم ہو جائے گی ۔ وہ ضعیفی کی وجہ سے بذات خود تجارت نہیں کر سکتا اور نہ ہی کہیں ملازمت کر سکتا ہے ' اگر وہ کسی

کاروبار میں شرکت کرتا ہے تو دغاباز اور مکار لوگ اس کا روپیہ کھا جاتے ہیں ۔ زید چاہتا ہے کہ کافروں ' مشرکوں کے زیورات بطور رہن رکھ کر روپیہ دے کر ماہانہ یا سالانہ کچھ نفع ٹھہرا لے تو شرعاً کیا قباحت ہے؟

بعض علماء نے ہندوستان کو " دارالحرب " قرار دیا ہے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اپنے فتاوئی میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دارالحرب ہے ۔ بعض دوسرے علماء ہندوستان کو دارالحرب تو قرار نہیں دیتے مگر یہاں کے کافروں کو حربی سمجھ کر ان کے مال غیر محفوظ فرماتے ہیں دونوں صورتوں میں اگر کافروں سے ایسے معاملات کئے جائیں یا ہنڈی کا معاہدہ لکھ کر روپے دے دیئے جائیں اور فائدہ اٹھا لیا جائے تو کیا حرج ہے۔ مثلاً ننانوے یا ساڑھے ننانوے روپے دے کر سو روپے کی ہنڈی اس سے لکھوا لے میعاد مقرر شدہ پر سو روپے لکھ کر اس کی تحریر کردہ ہنڈی اس کو واپس کر دے تو کیا حرج ہے زکوۃ کا ادا کرنا بھی فرض ہے ۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے جہاں ربا حرام فرمایا ہے اس میں ربا کی کیا تعریف ہے ۔ زمانہ نزول آیہ شریفہ میں عربستان میں ربا کس قسم کے سود کو کہتے ہیں اسی طرح کافر و مشرک سوداگر غلہ وغیرہ ارزانی میں خرید کر بند کر رکھتے ہیں اور گرانی کے منتظر رہتے ہیں اور بحالت مجبوری مسلمانوں کو بھی انہی سے خریدنا پڑتا ہے۔ تو اگر زید بھی ایسا کر لیا کرے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

ہنڈی کا سود اہل عرب کے ہاں رائج تھا

جواب : قدرتی طور پر ہے کہ غلہ فصل پر ارزاں اور بیج پر گراں ہوتا ہے اس سے فائدہ اٹھانا منع ہے۔ غلہ بند رکھنا وہ منع ہے جس سے شہر پر تنگی ہو جائے۔ ہندوستان بلا شبہ (دارالاسلام) ہے اسے (دارالحرب) کہنا صحیح نہیں۔ جو کافر مطیع اسلام نہ ہو ' نہ سلطنت اسلام میں مستامن ہو' بلاقدر و بدعہدی اس سے کوئی نفع حاصل کرنا ممنوع نہیں' مگر گروی اور ہنڈی کا طریقہ سود کی صورت ہے اور اسے سود ہی کہتے ہیں حتی الوسع برے نام سے بھی بچنا چاہئے اس سے بہتر نوٹ کی بیع ہے دس

کا نوٹ بارہ روپے یا پندرہ روپے جتنے پر باہم رضامندی ہو بیچنا جائز ہے مگر دس کا نوٹ قرض دے کر اور پیسہ اوپر دس کے ٹھہرا کر لینا یہ سود ہے اور دس کا نوٹ سو کو بیچے یہ جائز ہے اور اگر کوئی فرق پوچھے تو اس کا جواب قرآن عظیم نے دیا ہے " واحل اللہ البیع وحرم الربوا" " اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سود " سود کا یہی طریقہ عرب میں جاری تھا جسے حرام فرمایا گیا یعنی عقد میں کسی ایسی زیادت لی جانے کی شرط کی جائے جس کے مقابلہ میں شرعاً کوئی عوض نہ ہو یہ زیادت جنس متحد میں ظاہر ہوتی ہے بحالت نسیہ اتحاد قدر میں بھی جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے جو حضرات زیادہ مفصل چاہتے ہیں وہ ہماری کتاب " کفل الفقیہ الفاہم " کا مطالعہ کریں

تجارتی کمپنی کے حصص پر سود کی نوعیت

اس زمانے میں ٹرام وے ' ٹرانسپورٹ ' ریلوے اور دیگر کارخانہ جات کے حصص تقسیم کئے جاتے ہیں یہاں کی اصطلاح میں انہیں " شیئر " کہتے ہیں ان حصوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک کمپنی ٹرام وے یا ریلوے یا کپڑے کا کارخانہ یا آہن سازی کی ورکشاپیں یا کسی اور تجارت کے لئے کمپنی قائم کی جاتی ہے اور اس کا سرمایہ مقرر کر کے اس کے حصے فروخت کئے جاتے ہیں اور اس کے کارکنوں کی تنخواہیں بھی مقرر کر دی جاتی ہیں وہ حسب منصب کام کرتے ' اور تنخواہ پاتے ہیں' ایسے ادارے چھ مہینے یا سال کے بعد اپنے نفع نقصان کا حساب شائع کرتے ہیں۔ پھر یہ نفع حصوں کے مطابق تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ نفع میں سے کچھ روپیہ جمع رکھا جاتا ہے جو سود پر بھی دیا جاتا ہے اور اس کا سود بھی نفع میں شامل کر کے حصہ داروں کو تقسیم کیا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت ادارے کو چلانے کے لئے سودی روپیہ بھی لیا جاتا ہے اور اس کا سود اصل رقم یا نفع میں سے دیا جاتا ہے اور ان حصوں کی قیمت کمپنی کے نفع نقصان کے اعتبار سے بڑھتی گھٹتی رہتی ہے حصہ دار اپنے حصوں کو اسی بھاؤ سے فروخت کرتے رہتے ہیں لیکن فروخت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بیچنے والا اپنے دلال سے کہتا ہے کہ میں اپنی فلاں کمپنی کا حصہ

فروخت کرنا چاہتا ہوں' دلال اسے بتاتا ہے آج یہ بھاؤ ہے۔ پھر اگر حصہ بیچنے والے کو وہ بھاؤ منظور ہو تو دلال کو کہہ دیتا ہے کہ تم بیچ دو' تو وہ کسی کو بیچ دیتا ہے ایسی صورت میں خریدار کسی چیز پر قبضہ نہیں کرتا بلکہ صرف کمپنی والوں سے وہ دلال بھیجنے والے کے نام کی جگہ خریدنے والے کا نام لکھوا دیتا ہے یہاں قابل غور یہ امر بھی ہے کہ اگر خریدار کمپنی والوں سے اپنے حصص کے عوض کمپنی کے اسباب تجارت میں سے کوئی چیز طلب کرے تو کمپنی والے وہ چیز اسے نہیں دیتے اور نہ اس کے پیسے واپس کرتے ہیں ۔ ہاں ! البتہ جس وقت وہ اپنے حصے فروخت کرنا چاہے تو وہ بازاری بھاؤ سے اسی طریقے سے دوسرے کو فروخت کر سکتا ہے اور اسے اسی وقت روپیہ بھی مل جاتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے حصے خریدنا شریعت میں جائز ہیں یا نہیں' اگر جائز ہیں تو کس بیع میں داخل ہیں ؟ کیا ان حصوں پر زکوۃ لازم آتی ہے یا صرف منافع کی رقم پر ہی زکوۃ دینا ہو گی ؟

شیئرز کا حکم

جواب : شیئر کی اس خرید و فروخت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حصہ روپوں کا ہے اور وہ اتنے ہی روپوں کو بیچا جائے گا جتنے کا وہ اصل حصہ ہے اگر کم یا زائد کو بیچا گیا تو یہ ربا ہے اور حرام قطعی ہے اور اگر مساوی کو ہی بیچا گیا تو صرف ہے جس میں تقابض بدلین نہ ہوا' تو یوں بھی حرام ہے۔ پھر حصہ داروں کو جو منافع کا سود دیا جاتا ہے' وہ بھی حرام ہے ۔ غرض یہ سارا معاملہ حرام ہے اور حرام در حرام محض حرام ہے۔ حصص کی قیمت شرعاً کوئی چیز نہیں بلکہ اصل کے روپے جتنے اس کے کمپنی میں جمع ہیں یا مال میں اس کا جتنا حصہ ہے یا منفعت جائزہ کی رقم ہے' وہ سود نہیں ہے اس کا جتنا حصہ ہے اس پر زکوۃ لازم آئے گی ۔

سود لے کر خیرات یا صدقہ کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " **یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربو ان کنتم مومنین ○ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ** " " اے ایمان والو

اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہا چھوڑ دو پھر اگر ایسا نہ کرو تو اللہ اور رسول سے لڑائی کا اعلان کرو (یعنی اللہ اور رسول سے لڑنے کو تیار ہو جاؤ اگر تم سود نہیں چھوڑتے)۔
سود کا ایک حبہ لینا بھی حرام ہے' حدیث میں فرمایا "جس نے دانستہ ایک درہم سود کا لیا اس نے گویا چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کیا" بکثرت احادیث صحیحہ میں ہے کہ سود تہتر گناہوں کا مجموعہ ہے ان سب میں سے ہلکا یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے زنا کرے
صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے سود لینے والے کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا یہ سب برابر ہیں اور یہ عذر کہ سود کے روپے سے خیرات کی جائے گی محض اغوائے شیطانی ہے اگر اسراف کرے تو گناہ اس پر ہو گا اس کا مال ضائع ہو گا دوسرے کو گناہ سے بچانے کے لئے وہ خود اللہ و رسول سے لڑائی مول لے گا اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی لعنت قبول کرنا عقل و دین سے کیا علاقہ رکھتی ہے اور خیرات کا عذر تو اور بھی بدتر ہے۔
خیرات کرنے کے لیے حرام مال لینا اس عورت کے فعل سے ملتا ہے جو صدقہ کرنے کے لئے اجرت پر زنا کرائے اور یہ اعلان کرے کہ میں ایسی آمدنی خیرات کروں گی ردالمحتار میں ہے "وہ عورت جو اپنے زنا کی کمائی سے یتیموں کو کھانا دے اس کے لئے خرابی ہے' نہ زنا کرائے نہ' خیرات دے" ایک صحیح مسلمان کے لئے یہی سعادت ہے کہ اگر اس کے پاس اس کے باپ کا لیا ہوا سود بھی ہے تو وہ بھی واپس کر دے اللہ تعالٰی سے ڈرنا اور حدود شرع میں رہنا ہی صحیح اسلام ہے صحیح راستہ یہی ہے اور ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

غیر مسلم بیمہ کمپنیوں سے سود لینا

سوال : ایک بیمہ کمپنی نے جس کے مالک و مختار سب کے سب نصرانی مذہب کے ہیں' دریا اور آگ کے علاوہ جان کا بیمہ بھی کرتے ہیں مگر اس کی مختلف صورتیں ہیں
پہلی صورت یہ ہے کہ تمام عمر کے لئے وہ کمپنی ایک شخص کا بیمہ کرتی ہے وہ ساری عمر ہر سال مقررہ روپیہ دیتا رہتا ہے اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو

بیمہ کی رقم ادا کر دی جاتی ہے' مثلاً تیس سال کی عمر کے ایک شخص نے ہزار روپیہ کی رقم کے لئے اپنا بیمہ کرایا اور سالانہ فیس اس نے صرف اٹھائیس روپے دینے ہیں اگر اس نے ایک بار بھی اٹھائیس روپے دے دیئے تو اس کے مرنے کے بعد کمپنی اس کے وارثوں کو پوری رقم ایک ہزار دے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ چند سال کے لئے بیمہ کیا جاتا ہے۔ بیمہ شدہ آدمی کمپنی کو ہر سال مقررہ روپیہ دیتا رہے گا اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو بیمہ کی پوری رقم دی جائے گی یہ صورت پہلی سے اچھی ہے کہ اگر وہ چند سالوں کی ادائیگی کے بعد نہیں مرا تو اس کو زندگی میں ہی پوری رقم مل جائے گی اور اگر وہ اس دوران مر گیا تو اس کے وارثوں کو پوری رقم ملے گی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک بیمہ کراتا ہے کہ بڑھاپے میں اسے بیمہ کی رقم ادا کی جائے مثلاً پچیس سال یا ساٹھ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد بیمہ کی ہوئی رقم خود وصول کرنا چاہتا ہے اس عمر تک اگر بیمہ کرانے والا آدمی زندہ رہا تو وہ رقم اس کو ملے گی پھر بڑھاپے کی فیس اس کے علاوہ ہو گی تیس سال کا آدمی ساٹھ سال کی عمر کو پہنچنے پر ایک ہزار روپے کے لئے بیمہ کراتا ہے اور اس کی سالانہ فیس ساڑھے چونتیس روپے ہے اگر وہ زندہ رہا تو اس کو مذکورہ فیس دینا ہوگی اور اس کو ساٹھ سال کی عمر کے بعد بیمہ کی پوری رقم ملے گی اگر وہ اس درمیان مر گیا تو پوری رقم اس کے وارثوں کو مل جائے گی

چوتھی صورت تیسری صورت سے ملتی جلتی ہے فرق یہ ہے کہ اس طرح بیمہ شدہ آدمی فقط بیس سال ادائیگی کرے گا اس کے بعد اس کو کچھ نہیں دینا پڑے گا اور تیس سال کی عمر کو پہنچ کر اس کو بیمہ کی رقم بھی پوری مل جائے گی اور سالانہ بڑھاپے کی فیس بھی اس کو ملتی رہے گی۔ وہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچے گا تو کمپنی اس کو بیمہ کی پوری رقم بھی دے گی اگر اسی اثناء میں وہ مر گیا تو اس کے وارثوں کو پوری رقم دے دی جائے گی۔

مندرجہ بالا صورتوں میں آپ شرعی نقطہ نظر سے وضاحت فرمائیں کہ بیمہ کمپنی

سے معاہدہ کرنا اور مذکورہ کمپنی سے روپیہ وصول کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں

جُوا بصورت بیمہ

جواب : یہ بالکل قمار (جوا) ہے اور محض باطل یہ کسی عقد شرعی کے تحت میں داخل نہیں۔ ایسی جگہ عقود فاسدہ بغیر عذر کے جو اجازت دی گئی وہ اس صورت سے مقید ہے کہ ہر طرح اپنا نفع ہو اور یہ ایسی کمپنیوں میں کسی طرح متوقع نہیں لہٰذا ایسی بیمہ کمپنیوں سے بیمہ کرانے کی اجازت نہیں۔

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فروخت غلہ نسیہ بساتھ نقصان نرخ کے بشرط ادائیگی وقت خرمنگاہ جس طرح کہ فی زمانہ زمیندار کیا کرتے ہیں۔ مثلاً اسامی نے تخم واسطے کاشتکاری زمیندار سے طلب کیا اس نے نرخ سے دو تین سیر کم کر کے دے دیا اور اس کی قیمت اس کے ذمہ واجب الادا کر کے وقت بٹائی کے وصول کر لیا خواہ روپیہ لے لیا یا اناج جس کو ہندی میں بیج کھاد کہتے ہیں۔ ایا اس قسم کی بیع جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

جواب : قرضوں نرخ موجود سے کم بیچنے میں مضائقہ نہیں، جب کہ باہم تراضی ہو مگر یہ ضرور ہے کہ نرخ و قیمت و وعدہ ادائے قیمت سب وقت بیع معین پر دیئے جائیں اور غلے بدلے غلہ نہ بیچے مثلاً بارہ سیر کا بک رہا ہے۔ اس نے دس من غلہ دس سیر کے حساب سے دو مہینے کے وعدے پر چالیس روپے کو بیچا' کوئی حرج نہیں اور اگر یہ ٹھہرا کہ غلہ اتنے غلے کے عوض بیچا جو آج کے بھاؤ سے اتنے روپوں کا فصل پر ہو تو حرام اور سود ہے۔

یونہی وقت خرمن گاہ کا وعدہ بھی بیع میں جائز نہیں ہے اگر عقد بیع میں یہ میعاد مذکور ہوگی تو بیع فاسد و گناہ ہوگی۔ ہاں! اگر نفس عقد میں قرضوں کا ذکر نہ تھا پھر قرار پایا کہ یہ روپے جو مشتری پر لازم آئے' وقت خرمن ادا کئے جائیں گے تو جائز ہے **فی الدرالمختار لایصح البیع بثمن موجل الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانها تتقدم وتتاخرو لوباع مطلقا عن هذه الاجال**

ثم اجل الثمن الدین الیہا صح التاجیل کما لو کفل الی ھذہ الا وقات لان الجہالت الیسیرۃ متحملتہ فی الدین والکفلتہ اھ مختصرا (ترجمہ ۔ درمختار میں ہے کہ بیع ثمن موجل (قیمت موخر کرنے) کی صحیح نہیں حاجیوں کے آنے تک ' فصل کی کٹائی تک 'گندم کی گھائی اور انگوروں کے چننے تک 'کیونکہ اس میں تقدم یا تاخر ہو گا۔ اگر ان مدتوں کے علاوہ مطلقاً بیع کی پھر قیمت دین کی صورت میں ان مدتوں تک موخر کر دی تو ایسی تاخیر صحیح ہے۔ جیسا کہ کوئی ان اوقات تک کفیل بنائے) ۔ پھر بہرحال یہ اس سے انہیں قرار یافتہ روپوں کے لینے کا مستحق ہوگا وقت خرمن جبر نہیں کر سکتا کہ اب اس وقت کے بھاؤ سے اتنے روپوں کا جو غلہ ہوا وہ دے یہاں تک کہ اگر عقد میں یہ شرط کر لی تھی کہ چالیس روپے زر ثمن کے عوض فصل پر جو بھاؤ ہوگا اس کے حساب سے غلہ لیا جائے گا تو بیع فاسد و حرام ہو جائے گی ۔ "**لفساد الشرط و صفقتین فی صفقتہ والافتراق عن دین بدین فی ملشرط من معاوضتہ الثمن بالحب مع جہالتہ قدو البیع فی ھذہ المعاوضتہ**" ہاں ! اگر فصل پر مشتری کہے میرے پاس روپیہ نہیں آج کے نرخ بازار سے کہ فریقین کو معلوم ہے' ان روپوں کے بدلے غلہ لے لو تو جائز ہے " **کمانص علیہ العلماء وبیناہ فی فتاوانا** " (ترجمہ ۔ جیسا کہ اس پر ہمارے علماء نے نص قائم کی ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے)

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب اور دونوں کی تعریفیں کیا ہیں ہندوستان میں غیر اقوام سے سود لینا جائز ہے یا نہیں ۔ جو شخص سود لیتا ہے تا سودی تمسکات کی تحریر کی اجرت سے اپنی اوقات گذاری کرتا ہو ایسے شخص کے یہاں کھانا جائز ہے یا نہیں۔

ہندوستان دارالاسلام ہے

جواب : ہندوستان " داراسلام " ہے " دارالاسلام " وہ ملک ہے کہ فی الحال اس میں اسلامی سلطنت ہو یا اب نہیں تو پہلے تھی اور غیر مسلم بادشاہ نے اس میں شعائر اسلام مثلاً جمعہ ' عیدین ' اذان ' اقامت اور جماعت باقی رکھے ۔ اور اگر شعائر کفر

جاری کیے اور شعائر اسلام یکلخت اٹھا دیئے اور اس میں کوئی شخص امان اول پر باقی نہ رہا اور وہ جگہ چاروں طرف سے " دارالاسلام " سے گھری ہوئی نہیں تو " دارالحرب " ہو جائے گا۔ جب تک یہ تینوں شرطیں جمع نہ ہوں، کوئی " دارالاسلام " " دارالحرب " نہیں ہو سکتا۔

سود لینا نہ مسلمان سے حلال ہے ' نہ کافر سے ' سود خور اور تمسک لکھنے والا اور اس پر گواہی کرنے والا سب ایک حکم میں ہیں۔ جو کھانا سامنے لایا اگر معلوم ہو کہ یہ بعینہٖ سود کا ہے تو اس کا کھانا بھی حرام اور اگر سود کا روپیہ دکھا کر یا پہلے دیکھ کر اس کے عوض کھانے کی چیز خریدی جب بھی ناجائز ہے۔ ورنہ ناجائز نہیں مگر ایسے لوگوں سے ملنا جلنا نامناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا قرآن پاک میں سود کی صریح حرمت موجود ہے ؟

سوال : ربا کی حرمت نصوص صریحہ سے ثابت تو ہے مگر قرآن مجید میں ربا کی کوئی تفسیر یا تشریح نہیں کی گئی۔ ایام جاہلیت میں جو ربا عام طور پر رائج تھا وہ یہ تھا کہ لوگ ایک دوسرے سے مقررہ میعاد پر قرض لیتے تھے اور میعاد گزر جانے پر صدیوں راس المال کے علاوہ کچھ اضافہ گوارا کرتے یا پہلے ہی سے دونوں میں معاہدہ ہو جاتا تھا پھر اسی راس المال پر اس افزائش کو اضافہ کر کے اس پر سود لگا لیا جاتا تھا ان دنوں مہاجنوں کا یہی طریقہ ہے۔ اس صورت کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ مگر اس زمانے میں معاملات کی نئی صورتیں سامنے آئی ہیں، جیسے بنک یا لائف انشورنس کمپنی یا ریلوے اور ملوں کے حصے وغیرہ جو تاجرانہ کاروبار کرتے ہیں ۔ ان میں جو شخص روپیہ جمع کرتا ہے، وہ درحقیقت قرض نہیں دیتا اور جو نفع اس کو ملتا ہے، وہ درحقیقت سود نہیں ہوتا، بلکہ وہ اس تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے اور جو سود مقرر ہوتا ہے اگرچہ بلفظ سود ہو مگر درحقیقت سود نہیں ہے بلکہ وہ اس کاروبار کا نفع ہے جو تمام حصے داروں کو تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ایسے حصے یا نفع کی کہیں بھی حرمت وارد نہیں ہوئی اور نہ

اس کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے اس واسطے کہ جو شخص تجارتی حساب سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو اس کو بغیر اس کے چارہ نہیں کہ وہ فی صدی تین یا پانچ روپے پہلے سے مقرر کر کے لیا کرے۔ خصوصاً اس زمانے میں جب کہ کروڑوں روپے کی شرکت سے تجارتی کاروبار کھولے جاتے ہیں اور شرکاء کی جانب سے ڈائریکٹروں کی ایک جماعت کاروبار چلانے اور حساب و کتاب رکھنے پھر منافع مشخص کرنے اور ریزرو فنڈ (محفوظ) کے قائم رکھنے کے لئے مقرر کیے جاتے ہیں۔ حقیقت میں یہ ڈائریکٹران شرکاء کی طرف سے وکیل ہوتے ہیں' تو جو منافع ریزرو فنڈ کے پس انداز کرنے کے بعد ان وکیلوں نے تجویز کیا ہو' وہ سود نہیں ہو سکتا' اور نہ ایسے کاروبار میں روپیہ داخل کرنے کو قرض کہا جاتا ہے۔ پھر ربا کی حرمت کے متعلق آیہ کریمہ میں جو علت بیان کی گئی ہے (**لا تظلمون ولا تظلمون**) وہ اس پر کسی طرح صادق نہیں آتی ضرورت ہے کہ آج علمائے کرام اس پر غور کریں' فیصلہ کریں اور جواب تحریر فرمائیں تاکہ اس زمانے میں مسلمان جس کشمکش میں مبتلا ہیں اس سے نجات پائیں۔

شیئرز (حصص) کے مختلف طریقے

جواب : یہاں چار ہی صورتیں سامنے آتی ہیں۔ کام میں لگانے کے لئے یہ روپیہ دینے والا بغرض "شرکت" دیتا ہے یا بطور "ہبہ" دیتا ہے یا "عاریتاً" یا "قرض"۔ صورت ہبہ تو یہاں بداہتہ نہیں اور شرکت کا بطلان بھی اظہر من الشمس ہے۔ "شرکت" ایک عقد ہے جس کا مقتضی دونوں شریکوں کا اصل و نفع دونوں میں اشتراک ہے ایک شریک کے لئے معین تعداد زر مقرر کرنا قاطع شرکت ہے کہ اس قدر نفع ہو تو کل نفع کا یہی مالک ہو گیا' دوسرے شریک کو کچھ نہ ملا تو شرکت کب ہوئی۔ "جوہرہ' نیرہ' تنویر الابصار میں ہے (ترجمہ۔ شرکت اس عقد کا نام ہے جو دو شریکوں کے درمیان اصل اور نفع میں ہو) اسی طرح تنویر و شرح مدقق علائی درمختار میں ہے۔ "**شرطها ای شركة العقد علم مايقطعها كشرط دراهم مسماة من الربح لاحدهما لانه قد لايربح غير المسمى وحلمهالشركة في الربح**" (ترجمہ۔ اگر ایک سرمایہ سے تجارت ہوتی پھر اس میں سو حصہ دار اور شریک ہوئے اور ہر ایک کے

لئے دس دس روپے نفع کے لینے ٹھہرے اور اس سال ایک ہی ہزار کا نفع ہوا تو یہ ہزار تنہا یہی سو حصہ دار لیں گے یہ شرکت نہیں لوٹ ہے۔ شرکت کا مقتضی یہ ہے کہ جیسے نفع میں سب شریک ہوتے ہیں نقصان ہو تو وہ بھی سب پر ہر ایک کے مال کے قدر پڑے)

ردالمحتار میں ہے " **ثم یقول فما کان من ربح فھو بینھما علی قدر روس اموالھما وما کان من وضیعۃ اوتبعۃ فکذالک ولا خلاف ان اشتراط الوضیعۃ بخلاف قدر راس المال باطل واشتراط الربح متفاوتا صحیح فیما سیذکر** " یہاں اگر نقصان ہوا جب بھی ان حصہ داروں کو اس سے کوئی غرض نہ ہو گی اور وہ اپنے ہزار روپے لے چھوڑیں گے' یہ شرکت ہوئی یا غصب ۔ اصل مقتضا کہ شرکت عدل و مساوات ہے ۔ " **قال اللہ تعالی فھم شرکاء فی الثلث** " فرض کیجئے کہ اصل سرمایہ ان سو حصوں سے دو چند تھا اور اس سال پندرہ سو روپے کے نفع ہوئے تو یہ نصف والے ایک ہزار لیں گے اور دو چند والوں کو صرف پانچ سو ملیں گے یعنی آدھے کو دوگنا اور دو گنے کو آدھا یہ عدل ہوا یا صریح ظلم ۔

بالجملہ ! اس عقد مخترعہ کو شرکت شرعیہ سے کوئی علاقہ نہیں' اب نہ رہے مگر عاریت یا قرض ۔ عاریت ہے جب بھی قرض ہے کہ روپیہ صرف کرنے کو دیا اور عاریت میں شئے بعینہ قائم رہتی ہے درمختار میں ہے " **عاریۃ الثمنین قرض ضرورۃ استھلاک عینھا** " بہرحال یہاں نہیں مگر یہ قرض کی دوسری صورت ہے اور اس پر نفع مقرر کیا گیا ہے یہی سود ہے اور یہی زمانہ جاہلیت میں تھا حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں " **کل قرض جرمنفعۃ فھو ربا** " قرض پر جو نفع حاصل کیا جائے وہ ربا ہے۔

قرآن کریم اس نفع در نفع کی تحریم سے ساقط نہیں ۔ خود سائل نے علت تحریم ربا تلاوت کی ہے " **لاتظلمون ولاتظلمون** " اور یہاں **تظلمون و تظلمون** دونوں ہیں ۔ ان مذکورہ صورتوں میں کہ ہزار ہی نفع کے ہوئے اور سب ان سو حصہ داروں نے لئے یا نفع کے پندرہ سو ہوئے اور نصف والوں نے دو گنے لئے' یہ ظالم

اور ان دو چند ہی والوں کو چار چند ملا' یہ مظلوم ہوئے اور وہ ظالم' اور اگر یہ حصے ہیں اور وہ مظلوم' اور اگر پانچ ہزار نفع کے ہوئے تو ان نصف والوں کو پانچواں حصہ ملا سرمایہ سے تھے تو ظلم اشد ہے' اور دو گنے اور آدھے کو چار ۔ اب ایک صورت باقی رہ گئی ہے اگر یہ خیال کیا جائے کہ اصل سرمایہ ان حصوں سے جدا نہ ہوا' انہی حصوں سے تجارت شروع ہوئی مثلاً سو اشخاص نے سو سو روپے ملا کر دس ہزار روپے سے تجارت شروع کی اور ہر شریک کے لئے دس دس روپے نفع مقررہ قرار پایا یہ صورت ظاہر کر دے گی کہ وہ قرارداد ظلم و جبریت تھا یا محض جہل و حماقت۔

فرض کیجئے ایک سال پانچ سو ہی نفع کے ہوئے تو یہ دس دس کر کے کیسے بٹیں گے کیا پانچ سو کہیں سے غصب کر کے دیئے جائیں گے یا پچاس کو دے کر پچاس کورے چھوڑ دیئے جائیں گے ۔ پھر وہ پچاس کون سے ہوں گے جن کو دیں گے اور وہ پچاس کون سے ہوں گے جن کو محروم رکھیں گے۔ فرض کیجئے دو ہزار نفع کے ہوئے تو دس دس بانٹ کر ہزار بچیں گے یہ کسی راہ چلتے کو دے دئے جائیں یا اسی تجارت میں لگا دئے جائیں گے اگر اسی میں لگائیں گے تو سب کی طرف سے ہوں گے یا بعض کی' پھر دوسری بار حصہ تقسیم کرنے میں وہ بعض کون ہوں گے اور ان کو کیوں زیادہ ملا اور اول پر سب کو بیس بیس ملے اور ٹھہرے تھے دس دس' خلاف قرار داد عقد کیونکر ہوا ۔ لا جرم ! عقل ہو تو یہی ماننا پڑے گا کہ جس سال ہزار نفع کے ہوں گے سب دس دس پائیں گے اور پانچ سو نفع کے ہوں گے تو سب پانچ پانچ پائیں گے اور دو ہزار نفع کے ہوں گے تو سب بیس بیس اور کچھ نہ ہو تو کچھ نہیں ملے گا اور نقصان ہو تو سب نقصان کے حصہ دار ہوں گے۔ یہی عدل ہے اور یہی مقتضائے شرکت اور یہی شرکت' شرکت شرعیہ ہے اور وہ نفع منتج (مقررہ) نفع "رجما بالغیب" ٹھہرا ۔ لینا محض جہل و حماقت تھا ۔ بالجملہ شرع مطہر سے آنکھ بند کرنا شر ہی لاتا ہے ۔ خیر ہمہ تن خیر وہی ہے جو شرع مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہے۔

کیا غرباء سودی مال سے خیرات لے سکتے ہیں؟

سود لینا مطلقاً حرام ہے جس شخص نے سود کی نیت سے لیا اپنی نیت فاسدہ پر

گنہگار ہوا۔ ہاں! اگر وہ روپیہ گورنمنٹ کی رضامندی سے حاصل کیا اور گورنمنٹ کی طرف سے یا اس سے لینے والوں کو کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں تو فقراء اور غرباء اسے سود کا روپیہ سمجھ کر نہ لیں بلکہ یہ جان کر لیں کہ حاکم کے خزانے سے حاکم وقت کی رضا سے حاصل کر رہے ہیں ۔ تو اس صورت میں لے سکتے ہیں یہ ان کے لئے طیب و حلال ہے۔

ڈاک خانے سے بغیر مرضی کے سود لینا

اگر کوئی شخص ڈاک خانے کے جمع کردہ روپے سے سود نہیں لینا چاہتا اور نہ ہی اس کا اقرار کرتا ہے بلکہ صراحتا منع کرتا ہے' نہ اب اسے سود لینا مقصود ہے' تو ڈاک خانے والوں کی طرف سے زبردستی دیا ہوا روپیہ فقراء کو پہنچانے کی نیت سے گورنمنٹ سے بلا عذر و عہد شکنی بخوشی ملتا ہو تو اس کا لینا اور لے کر مساکین اور مستحقین کو پہنچا دینا ضرور موجب ثواب ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم شریف میں ایک حدیث اس روایت کے ساتھ آئی ہے " **لان فیہ الاحسان بالمساکین وایصال الحق الی المستحقین واللہ یحب المحسنین ○ و انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری ملنوی و قد قال صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم من استطاع منکم ان ینفع اخاہ المسلم فلینفعہ** " (ترجمہ ۔ کیونکہ اس میں مساکین پر احسان ہے اور مستحقین کو حق پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی اور حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے فائدہ پہنچائے)۔

سیونگ بنک یا ڈاک خانہ سے سود لینا

سود لینا مطلقاً حرام ہے اگر کوئی اپنا مطالبہ ' واجبہ یا مباحہ ' جائزہ لینا آتا ہو اور ویسے ، مل سکے ' تو صرف بقدر مطالبہ جس طریقہ کے نام سے مل سکے' لے سکتا ہے

کہ اس صورت میں یہ اپنا حق لیتا ہے' نہ کہ کوئی چیز ناجائز' دینے والے کا اسے ناجائز نام سے تعبیر کرنا یا سمجھنا مضر نہ ہو گا۔ جب کہ اس کی نیت صحیح اور حق جائز اور واجبی ہے اس امر میں مسلم اور غیر مسلم سب کا حکم یکساں ہے۔ بشرطیکہ ڈاک خانہ والے یا سیونگ بنک والے کوئی عذر نہ کریں اور کسی قسم کا فتنہ پیدا نہ ہو۔ "قال اللہ تعالی والفتنۃ اکبر من القتل" (فتنہ قتل سے بڑا (گناہ) ہے)

یاد رہے کہ شرع مطہر میں سود لینا مطلقاً بے ضرورت اور مجبوری شرعی دینا بھی دونوں حرام ہیں' مگر مال مباح جب بلا عذر و بے ارتکاب جرائم برضا مندی ملتا ہو تو اسے سود کی نیت سے نہیں' بلکہ مباح کی نیت سے لینے میں کوئی حرج نہیں انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرء مانوی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ۔ کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی) اور ہم نے اس مسئلہ کو اپنے فتاوٰی میں بڑی تفصیل اور تحقیق سے بیان کیا ہے۔ دینے والے کا اسے اپنے زعم میں سود سمجھنا اسے مضر نہ ہو گا جبکہ وہ نہ واقع میں سود ہے' نہ لینے والے کو سود لینا مقصود ہے مگر اس صورت میں بے وقت ہے کہ بنک میں کوئی مسلمان شریک نہ ہو اگر مسلمان بھی اس بنک میں حصہ دار ہوں تو ضرور ہے کہ یہ روپیہ جس قدر اسے زیادہ ملے گا اتنا یا اس سے زائد اس کا ان پر آتا ہو اس آتے ہوئے میں اس زیادت کو محسوب کرلے مثلاً اسی بنک سے پہلے بھی متعدد بار اس نے قرضہ لیا تھا جس کا سود ہربار پانچ سو روپے بنک کو پہنچ چکے ہیں اور اب اسے جو کچھ بنام سود دیں گے وہ اسی قدر یا اس سے کم ہے تو اسے لینا جائز ہے اور نیت اس آتے ہوئے کے واپسی کی کرکے جو قانوناً اس صورت کے سوا بلا رضامندی کے دوسری طرح واپس نہ لے سکتا تھا اور اگر وہاں مسلمان شریک ہیں اور اس کا پہلے سے کچھ نہیں آتا یا اس رقم سے جو اسے ملے گی' کم آتا ہے اور خوانخواہ اسے زیادہ دیں گے تو اسے اور مسلمانوں کی جانب سے لے' جن سے ان لوگوں نے سود لیا تھا "لانھم ما موورن شرعا بردما اخذ وا منھم الیھم وھم لا یردون والمسلمون لا یقدرون علی ان یستردوا فیکون ھنا عونا لاخوانہ" پھر جس قد۔

اپنا آتا تھا خود لے سکتا ہے باقی واجب ہے کہ فقراء پر تصدق کر دے۔ **لانه سبیل کل مال صالح لا یعلم مستحقه کما فی الدر المختار وغیره من معتمدات الاسفار**

کیا توبہ کے بعد سابقہ سود کی رقم کھانا ناجائز ہے؟

سود میں جو مال ملتا ہے وہ سود خوار کے قبضے میں آکر اگرچہ اس کی ملک ہو جاتا ہے مگر وہ ملک خبیث ہوتی ہے اس پر فرض ہے کہ ناپاک مال جن جن لوگوں سے لیا ہے انہیں واپس دے' اگر وہ زندہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے' اگر وہ بھی نہ مل سکیں تو صدقہ کر دے۔ بہرحال اپنے حوائج میں اسے خرچ کرنا حرام ہوتا ہے' اگر اپنے خرچ میں لائے گا تو اب بھی سود کھا رہا ہے اور اس کی توبہ جھوٹی ہے۔ **لانه لایندم علی الماضی ولا تزک فی الاتی ولم یمح الباقی فلم توجد شئی من ارکان التوبته** (ترجمہ: کیونکہ اس نے اپنے ماضی پر ندامت محسوس نہیں کی اور نہ ہی اس فعل بد کو اس نے چھوڑا ہے اور برائی کو مٹایا نہیں اور اس میں توبہ کا کوئی رکن بھی نہیں پایا گیا) وارث کو اگر معلوم ہو کہ اس کے مورث (مرنے والے) نے فلاں فلاں شخص سے اتنا اتنا مال حرام لیا تھا تو انہیں پہنچا دے اور اگر اسے معلوم ہو کہ بعینہ جو روپیہ اس صندوق یا اس تھیلی میں ہے خالص حرام ہے تو اسے فقراء پر صدقہ کر دے اور اگر سب مخلوط ہے اور جن جن سے لیا ہے اور وہ بھی معلوم نہیں تو وارث کے لئے اگرچہ جائز ہے لیکن بچنا افضل ہے۔ "درمختار" میں ہے **الحرمته تنتقل مع العلم بها الا فی حق الوارث و قیدها فی الظهیریته بان لایعلم ارباب الاموال** (ترجمہ۔ مال حرام کی حرمت وارثوں میں منتقل ہو جاتی ہے اگر وہ اسے جانتا ہے یعنی وارثوں کو اس کے مال حرام ہونے کا بھی علم ہو)

اعلانیہ سود خور کے ساتھ تعلقات نہ رکھے جائیں!

جو شخص اعلانیہ سود کھائے اور توبہ نہ کرے' باز نہ آئے' اس کے ساتھ میل جول نہ چاہیے' اسے شادی وغیرہ میں نہ بلائے **قال اللہ تعالی "واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ○"** (ترجمہ۔ اور جو کہیں تجھے

شیطان بھلائے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ (الانعام آیت ۶۸ ' کنزالایمان)

شادی یا زندگی کا بیمہ کرانا یا اس کی رقم کھانا جوا ہے

شادی یا زندگی کا بیمہ کرنا یا کروانا ناجائز ہے یہ نرا قمار (جوا) ہے اس میں ایک حد تک روپیہ ضائع بھی جاتا ہے اور وہ منافع موہوم ہوتا ہے جس کی امید پر دیں (قرض) اگر ملے تو بھی کمپنی بے وقوف نہیں کہ گرہ سے ہزاروں روپے دے' بلکہ وہ وہی روپیہ ہو گا جو اوروں کا ضائع ہوا یا مارا گیا اور ان میں مسلمان بھی ہوں گے تو کوئی وجہ اس کی حلت کی نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " **لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل**" (ترجمہ ۔ اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ البقرہ آیت ۱۸۸ کنزالایمان)

سود سے زبانی انکار کرنا مگر عملاً قبول کرنا ناجائز ہے

جو لوگ سود لینے سے انکار کرتے ہیں لیکن عملی طور پر اس کو حاصل کرنے کے کئی بہانے اور صورتیں نکال لیتے ہیں وہ سود خوار ہی ہیں ۔ ایسے لوگوں سے میل جول ترک کیا جانا چاہئے' ان کے بہانے جھوٹے ہیں وہ جس انداز سے کرایہ لیتے ہیں' وہ سود ہے۔ ایسے سود خوار خواہ خود سود لیں یا بیٹی کو دیں قانون کی کوئی دفعہ ایسی نہیں جو قرض میں سود لکھوانا ضرور ہو ایسے سود خوار کذابوں کا ایک ٹولہ ہے اور یہ کہنا کہ میں نے سود نہیں لکھا' مکان کی گروی کا کرایہ لکھا ہے' ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ میں نے غلیظ چیز منہ میں رکھ لی ہے مگر اسے نگلوں گا نہیں۔

جائیداد رہن رکھ کر حق الخدمت لینا

کسی قسم کی جائیدا رہن رکھ کر حق الخدمت لینا بھی سود ہی ہے۔ یہ رہن نہیں ہو سکتا بلکہ سود کی دوسری قسم ہے گاؤں والے لوگ زمینوں کو اجارہ پر دیتے ہیں زمین مزارعین کے پاس بھی اجارہ پر دی جاتی ہے' اجارہ اور رہن یکجا نہیں ہو سکتے مزارعین کے اجارہ میں ہونا زمین پر ان کا قبضہ چاہے گا ۔ **لاستحالتہ الانتفاع** بلون

القبض کیونکہ بغیر قبضے کے منافع حلال نہیں اور مرہون ہونا مرتہن کا قبضہ چاہے گا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فرهان مقبوضة" (تو گروی قبضہ میں دیا ہوا) دو مختلف قبضے شئے واحد پر وقت واحد میں محال ہیں۔ ہاں مستقرض اور مقرض سے روپیہ قرض لے لے اور اسے قرض دینے والا بطور کارندگی نوکر رکھ لے خواہ معمولی تنخواہ ہی ہو باہم راضی ہو کر مقرض کر دے مگر اتنا لحاظ کرے کہ تنخواہ اتنی کم نہ ہو کہ اس سے گزارہ بھی نہ ہو سکے ایسا لینا بعض اکابر کے نزدیک حلال ہے۔

قرض منافع پر دینے کی عمدہ صورتیں

علماء کرام نے ایسی متعدد صورتیں تحریر فرمائی ہیں جن سے سود سے بچ کر آسان طریقوں سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے ان میں سے بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ اگر زید قرض لینا چاہتا ہے تو عمرو کے پاس کوئی مال مثلاً برتن یا کپڑا ڈیڑھ سو روپے کو بیچ دے اور عمرو اس کو خرید لے اور ڈیڑھ سو روپیہ زر ثمن زید کو دے دے' بعدہ اسی اجلاس میں خواہ دوسرے اجلاس میں عمرو یہی مال زید کے ہاتھ دو سو روپے کا ایک سال کے وعدے پر بیچ دے اور زید اسے خرید لے اور اب اس زر ثمن کے عوض چاہے تو عمرو کے پاس رہن بھی رکھ دے اس صورت میں زید کی چیز زید کے پاس آگئی اور اسے ڈیڑھ سو روپے مل گئے اور اس پر عمرو کے دو سو روپے واجب ہو گئے عمرو اس رہن سے کچھ انتفاع نہ کرے ورنہ سود ہو جائے گا۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے - **رجل علی رجل عشرة دراهم فاراد ان یجعلها ثلثة عشر الی اجل قالوا یشتری من المدیون شیئا بتلک العشرة** (ترجمہ۔ ایک آدمی کے دوسرے پر دس درہم قرض ہیں مقروض چاہتا ہے کہ اسے تیرہ درہم واپس کرے معین وقت میں علماء نے کہا ہے کہ اس کی عمدہ صورت یہ ہے کہ ان دس درہم کے بدلے کوئی چیز بیچے اور وہ جس نے قرض لیا ہے تیرہ درہم کے بدلے میں ایک سال کے لئے بیع پر قرض دینے والوں سے قبضے میں لے لے تو اس سے وہ حرام سے بچ جائے گا)

سود سے بچنے کا ایک معاہدہ

سود سے بچنے کی ایک سہل صورت یہ ہے کہ دینے والا قرض نہ دے بلکہ اس کے ہاتھ نوٹ بیچے مثلاً سو روپے یہ لینا چاہتا ہے اور سال بھر کا وعدہ ہے اور دینے والا نفع لینا چاہتا ہے تو سو روپے کا نوٹ اس کے ہاتھ ایک سال کے وعدے پر مثلاً ایک سو بارہ روپے کو بیچے پھر اگر وہ سال کے اندر مثلاً چھ مہینے میں روپیہ دے دے تو صرف ایک سو چھ لے اس سے زیادہ لینا حرام ہے یونہی اور کوئی چیز جو بازار کے عام بھاؤ سے سو روپے کی ہو' ایک سو بارہ کی بیچے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ درمختار میں ہے

" قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول لایاخذ من المرابحۃ التی جرت بینھما الا بقدر مامضی من الایام۔

ایک دوسری صورت یہ ہے کہ سو روپے اسے قرض دے اور قرض لینے والا دینے والے کے پاس اپنی کوئی چیز مثلاً چاقو یا تھالی امانت رکھے اور دینے والے سے کہے میری اس چیز کی حفاظت کرو میں اس کی حفاظت پر ایک روپیہ یا چار آنے یا دو آنے یا دس روپے ماہوار دیا کروں گا۔ مگر جو شے اس کے پاس رکھے اس کی قیمت اس اجرت سے زیادہ ہو۔ روپے مہینے پر رکھے تو روپے سے زیادہ قیمت کی چیز ہو عالمگیریہ میں ہے " استجلو المقرض علی حفظ عین متقوم قیمتہ ازید من الاجرۃ کالسکین والمشط والمعلقۃ کل شھر بکذا۔ اختلف فیہ الائمۃ المتأخرون فقیل یجوز بلا کراھتہ۔ وقد وقع علی الجواز اجلۃ الائمۃ ان صورتوں کے علاوہ فقہاء نے اور بھی کئی صورتیں لکھی ہیں جس کی تفصیل ہم نے " کفل الفقیہ " میں بیان کی ہے۔

جائیداد بالعوض دینا

دخلی رہن بھی سود اور حرام ہے بلکہ سبیل یہ ہے کہ آپ محض بلا سود بلا رہن قرضہ دیجئے پھر اس سے اپنا کوئی برتن مثلاً وہ قرض دینے والا آپ کو دے کہ اس کی حفاظت کرو' حفاظت کا اتنا روپیہ تمہیں دیا جائے گا یوں اس حفاظت کی اجرت کا

روپیہ لینا حلال ہو گا خواہ مکان ہی ہو یا کوئی برتن ہو وغیرہ وغیرہ۔ مثلاً دس روپے مہینے اجرت پر آپ کو حفاظت کے لئے دے آپ اس کا مکان کم و بیش کو جتنا کہ قرار پائے اسی سے کرایہ پر لیجئے ' حفاظت کی اجرت ماہوار اس پر واجب ہو گی اور مکان کا کرایہ آپ پر۔ پھر اگر دونوں اجرتیں برابر ہیں تو دونوں کا معاملہ برابر ہوگیا' نہ آپ اسے روپیہ دیں' نہ وہ آپ کو۔ آپ اس کی چیز کی حفاظت کریں اور اس کرایہ کے مکان میں رہیں اور اگر برابر نہیں تو جس پر زیادہ ہے وہ بقدر زائد ادا کرتا رہے۔

سود کی ایک صورت

سوال : زید نے عمرو کو چھ سات ہزار روپیہ قرض دیا اور قرض دیتے وقت زید کا ارادہ اشارتاً بھی سود لینے کا نہ تھا اور وعدہ عمرو نے ادائیگی روپیہ کا دو ماہ کا کیا تھا بعد میں تحریر کر دی تو زید نے اس میں سود اس وجہ سے لکھوا لیا کہ گورنمنٹ کے مروجہ قانون کی یہ تحریر ناجائز نہ ہو اور ضرورت کے وقت کام آسکے عمرو نے دو ماہ کی جگہ پندرہ ماہ میں نصف روپیہ بمشکل تمام زید کو ادا کیا اور نصف نہ دیا حتی کہ ایک سال گزر گیا چونکہ سرکاری تحریر کی میعاد تین سال ہوتی ہے اس لئے زید کو عمرو کے خلاف نالش کرنا پڑی اس نالش کرنے میں زید کا بہت سا روپیہ خرچ ہوا اور زید کی ڈگری عمرو کے خلاف مع سود کے کچہری مجاز سے ہوگی عمرو نے اصل روپیہ مع سود کچہری کے خزانے میں داخل کر دیا اب شرع میں زید کو اپنا روپیہ مع سود لینا چاہئے یا سود سے پرہیز کرتے ہوئے بقدر اپنا خرچہ نالش کے لینا جائز ہوگا اس صورت میں کچہری سے زید کو کل روپیہ مل سکتا ہے' سود کاٹ کر نہیں مل سکتا تو ایسی مجبوری میں زید کو اپنا روپیہ مع سود لینا جائز ہوگا اور اس سودی رقم کا کیا کرنا ہوگا؟ کیا بقدر اپنے خرچ کچہری کے نکال کر باقی کو صدقہ دے دے یا اصل مالک کو واپس کر دے۔ مولوی عبدالحی لکھنوی کے "مجموعہ فتاویٰ" میں عدم جواز کا فتویٰ لکھا ہوا ہے کہ مدعی مسبب ہے' مباشر اور ضمان مباشر پر ہوتا ہے نہ مسبب پر جیسا کہ فقہ کے واقف پر مخفی نہیں۔ براہ کرم آپ وضاحت فرمائیں۔

جواب : ایک دیوبندی مولوی عزیزالرحمٰن مفتی دیوبند نے اس کے جواب میں کہا

کہ اس صورت میں زید کو اپنا اصل روپیہ رکھ کر باقی جو سود کے نام سے وصول ہوا ہے، عمرو کو واپس کر دینا چاہیے۔ کیونکہ خرچہ مقدمہ کا مدعی علیہ سے وصول کرنے، نہ کرنے کے بارہ میں اختلاف ہے، ایک وہ قول جو مولانا عبدالحئی صاحب نے لکھا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ بصورت تعنت مدعا علیہ اور بلا نالش کسی طرح وصول نہ ہو سکنے کی صورت میں خرچہ مدعا علیہ سے لیا جائے تو صورت مذکورہ میں چونکہ مدعی نے محض قانونی قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر نالش کی ہے اور عمر کا کوئی تعنت اور سرکشی و انکار ظاہر نہیں ہوا۔ اس لئے زید کو مناسب نہیں کہ وہ عمرو مدعا علیہ سے خرچہ وصول کرے۔
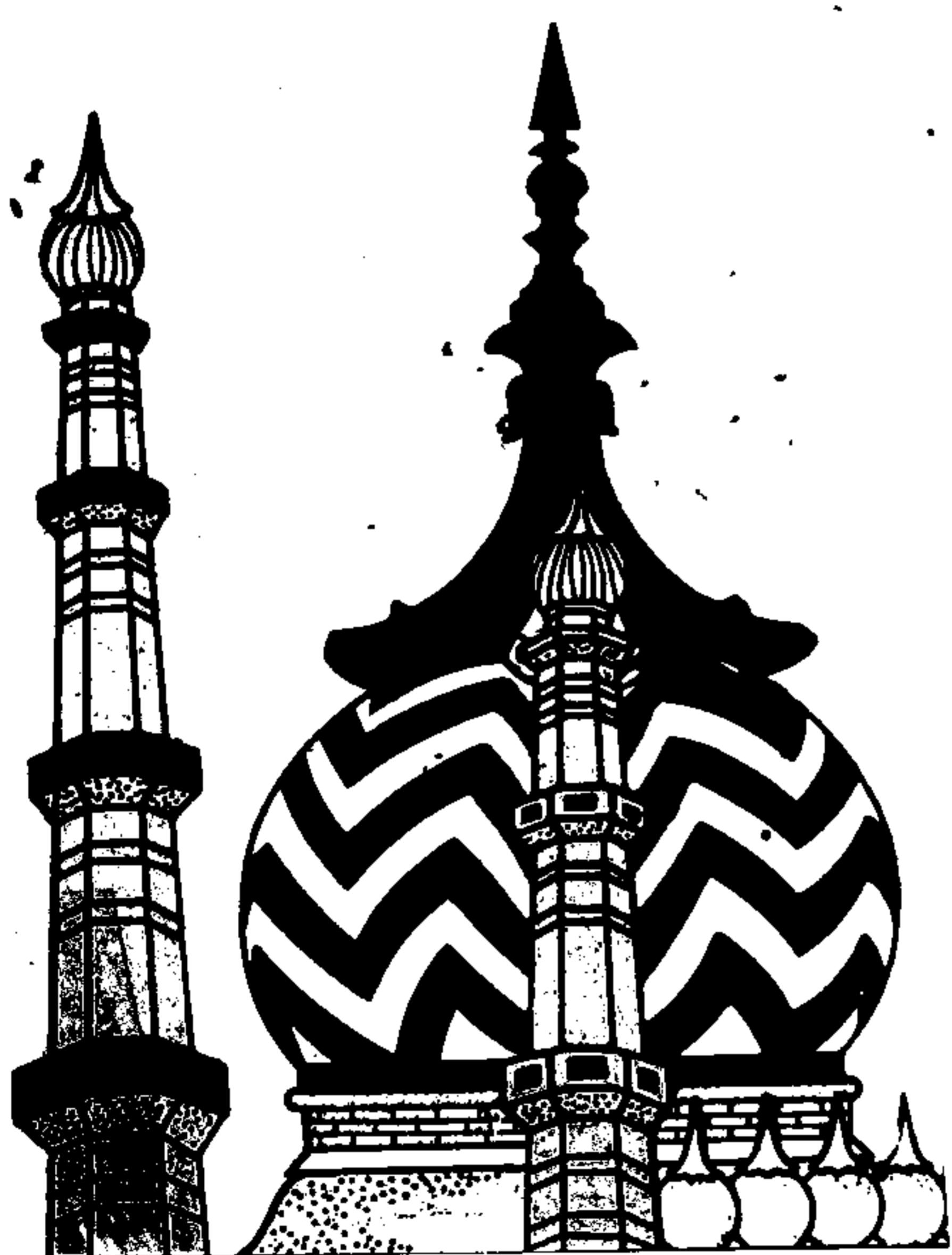
سود کا ایک حبہ لینا حرام قطعی ہے۔ سود لینے والے پر اللہ و رسول کی لعنت ہے صحیح حدیثوں میں سود کھانا تہتر گناہوں کا مجموعہ ہے جن میں سب سے ہلکا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے گناہ کرے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص دانستہ ایک دن سود کھائے وہ ایسا ہے جس نے چھتیس بار ماں سے زنا کیا۔ ایک درہم یہاں کے ساڑھے چار آنے کے برابر ہوتا ہے جس کے اٹھارہ پیسے ہوئے تو فی دھیلہ ایک بار ماں سے زنا ہوا، اگر وہ اس بیان میں سچا ہے کہ کچہری سے اسے بلا سود روپیہ نہیں مل سکتا تو روپیہ واپس لے، اس میں سے اپنا زر اصل اٹھا لے باقی تمام و کمال عمرو کو واپس دے، مدعا علیہ سے خرچہ لینا بھی مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس نے تعنت کیا ہو اسے مختلف فیہ بتانا دیوبندی مفتی کا کذب محض ہے، ہرگز کسی کتاب میں اس کا جواز نہیں خرچہ کہ اس سے کچہری نے لیا، دو حال سے خالی نہیں اس کے نزدیک حق لیا یا ظلماً لیا۔ اگر حق لیا تو اس کا معاوضہ دوسرے سے کیا چاہتا ہے اور اگر اس کے نزدیک ظلماً لیا تو کون سی شریعت کا مسئلہ ہے کہ مظلوم دوسرے پر ظلم کرے۔ ہاں یہ عقد نہیں، وراثت نہیں، مال مباح نہیں اور کوئی وجہ شرعی اس سے لینے کی نہیں تو نہ ہوا مگر باطل اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **"ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ○** کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال، ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو۔ (البقرہ۔ ۱۸۸، کنزالایمان)

"عقود الدریہ" میں ہے۔ "رجل کفل اخر عند زید بدین معلوم ثم طالبہ زید بہ والزمہ بہ لدی القاضی فطلب الرجل من زید ان یمھلہ بہ فلی الا ان یدفع لہ الرجل قدر ماصرفہ فی کلفتہ الالزام قد فعہ لہ ثم دفع لہ المباغ المکفول بہ ویرید الرجل الان مطالبتہ زید بما قبضہ زید منہ من کلفتہ الالزام فلہ ذلک" (ایک آدمی نے دوسرے کو زید کے پاس کفیل بنایا اور ایک قرضہ مقرر کرلیا پھراس نے زید نے قرض کا مطالبہ کردیا اور اسے قاضی کے پاس لے گیا کفیل نے زید سے مہلت مانگی زید نے مہلت دینے سے انکار کر دیا مگر اس شرط پر مہلت دی کہ قاضی کے پاس لے جانے کا جتنا خرچہ ہوا ہے وہ زید کو دیا جائے گا کفیل نے اسے کیس دائر کرنے کا خرچہ دے دیا پھر بعد میں اس نے مقروض کی ساری رقم جس کا وہ کفیل بنا تھا وہ بھی ادا کر دی اب کفیل نے مطالبہ کر دیا کہ زید قرض سے زائد رقم کیس دائر کرنے کی جو لی ہے واپس کر دے تو وہ کفیل مطالبہ کر سکتا ہے)

مسجد کی تعمیر اور اخراجات کے لئے سود لینا

یاد رہے سود ہر طرح حرام ہے مسجد اسے قبول نہیں کر سکتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب" بے شک اللہ پاک صاف ہے اور وہ پاکیزہ چیزہی قبول کرتا ہے) مسجد کے دفتر میں سود کے نام سے روپیہ جمع کرنا اسے نجاست سے آلودہ کرتا ہے۔ قیمت اگر گھٹ گئی تو گورنمنٹ نے کوئی مال مسجد کا نہ لے لیا جس کے تاوان میں یہ رقم کی جائے' کورٹ کے کسی ملازم کو روپیہ دینا کوئی معنی نہیں رکھتا وہ مسجد کے روپے کا کسی طرح مستحق نہیں۔ سود سمجھ کر لینے کا جواب تو یہ ہے اگر مسجد کے روپے کو سود سمجھ کر نہ لیا جائے اور گورنمنٹ اپنی خوشی سے بغیر کسی عذر کے مسجد کو خود دے تو ایسا مال لینا' مسجد میں صرف کرنا اور دفتر مسجد میں بنام "رقم زائد از گورنمنٹ" لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم "انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی ○ واللہ تعالی اعلم۔